خدام الدین

ہفت روزہ

لاہور پاکستان

یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ

مطبوعا انجمن خدام الدین

شیرانوالہ دروازہ لاہور — فون نمبر: ۶۷۵۴۵

بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الادارہ:
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور

ایڈیٹر:
مجاہد الحسینی

بدل اشتراک

سالانہ ۔۔۔ ۱۶ روپے
ششماہی ۔۔۔ ۹ روپے
سہ ماہی ۔۔۔ ۵ روپے

غیر ممالک

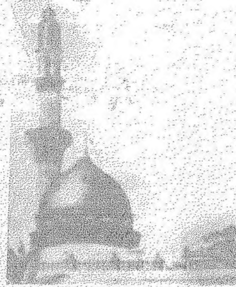
سعودی عرب:
سالانہ ہوائی جہاز ۔۔۔ ۵۰ روپے
بحری جہاز ۔۔۔ ۲۵ روپے

انگلینڈ:
سالانہ ہوائی جہاز ۔۔۔ ۶۸ روپے
بحری جہاز ۔۔۔ ۳۶ روپے

فی شمارہ ۳۵ پیسے

۳ جمادی الاوّل ۱۳۹۲ھ — ۱۶ جون ۱۹۷۲ء

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم



کلماتِ ذکر اور ان کی فضیلت و برکت

عَنْ جُوَيْرِيَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ فَقَالَ مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّذِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا؟ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَرِضٰى نَفْسِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نمازِ فجر پڑھنے کے بعد ان کے پاس سے باہر نکلے وہ اس وقت اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بیٹھی کچھ پڑھ رہی تھیں پھر آپ دیر کے بعد جب چاشت کا وقت آ چکا تھا واپس تشریف لائے حضرت جویریہؓ اسی طرح بیٹھی اپنے وظیفہ میں مشغول تھیں۔ آپؐ نے ان سے فرمایا میں جب سے تمہارے پاس سے گیا ہوں کیا تم اس وقت برابر اسی حال میں اور اسی طرح پڑھ رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا تمہارے پاس سے جانے کے بعد میں نے چار کلمے تین دفعہ کہے اگر وہ تمہارے اس پورے وظیفہ کے ساتھ تولے جائیں جو تم نے آج صبح سے پڑھا ہے تو ان کا وزن بڑھ جائے گا۔ وہ کلمے یہ ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَرِضٰى نَفْسِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ (اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد اس کی ساری مخلوقات کی تعداد کے برابر اور اس کے عرش عظیم کے وزن کے برابر اور اس کی ذات پاک کی رضا کے مطابق اور اس کے کلموں کی مقدار کے مطابق۔ (صحیح مسلم)

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَاَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى اَوْ حَصًى تُسَبِّحُ بِهٖ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ اَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هٰذَا اَوْ اَفْضَلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْاَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہنچے ایک بیوی کے پاس اور ان کے آگے کھجور کی گٹھلیاں تھیں (یا سنگریزے تھے) وہ ان گٹھلیوں (یا سنگریزوں) پر تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو وہ نہ بتاؤں جو تمہارے لیے اس سے زیادہ آسان ہے (یا فرمایا کہ اس سے افضل ہے) وہ یہ ہے کہ تم اس طرح کہو۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ (سبحان اللہ ساری آسمانی مخلوق کی تعداد کے مطابق) وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْاَرْضِ (سبحان اللہ ساری زمینی مخلوقات کی تعداد کے مطابق) سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ (سبحان اللہ زمین و آسمان کے درمیان کی ساری مخلوقات کی تعداد کے مطابق) سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ (سبحان اللہ اس ساری مخلوقات کی تعداد کے مطابق جس کو وہ ابدالآباد تک پیدا فرمانے والا ہے۔

اور (اللہ اکبر) اسی طرح اور (الحمد للہ) اسی طرح اور (لا الہ الا اللہ) اسی طرح اور (لا حول و لا قوۃ الا باللہ) اسی طرح۔ (جامع ترمذی۔ سنن ابی داؤد)

تشریح ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کا ایک طریقہ جس طرح کثرتِ ذکر ہے اسی طرح ایک آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ ایسے الفاظ شامل کر دیے جائیں جو کثرتِ تعداد پر دلالت کرنے والے ہوں۔ جیسا کہ مندرجہ بالا دونوں حدیثوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے۔

یہاں یہ بات ملحوظ رکھنے کی ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض حدیثوں میں کثرتِ ذکر کی ترغیب دی ہے مثلاً ایک حدیث میں آپ نے روزانہ سو دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہنے والے کو گناہوں کے معاف کیے جانے کی خوشخبری سنائی ہے اس لیے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث اور اس سے پہلے والی حضرت جویریہؓ کی حدیث سے کثرتِ ذکر کی نفی یا ناپسندیدگی سمجھنا ہرگز صحیح نہ ہوگا۔ ان دونوں حدیثوں کا منشاء اور مدعا دراصل یہ ہے کہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کا ایک زیادہ آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ خاص کر وہ لوگ جو اپنے مخصوص حالات کی وجہ سے ذکر اللہ کے لیے زیادہ وقت فارغ نہ کر سکیں وہ اس طرح سے بھی بڑا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے کہ جس شخص کا مقصد اپنے باطن اور اپنی زندگی کو ذکر کے رنگ میں رنگنا ہو اس کو کثرتِ ذکر کا طریقہ اختیار کرنا ناگزیر ہے اور جس کا مقصد ہے صرف ثواب اخروی حاصل کرنا ہو

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور



۳ر جمادی الاوّل ۱۳۹۲ ھ
۱۶ر جون ۱۹۷۲ ء

جلد ۱۸ ★ شمارہ ۴

مندرجات

رئیس الادارہ
جانشین شیخ التفسیر
حضرت مولانا عبیداللہ انور
مد ظلہ العالی



مدیر
مجاہد الحسینی

عقیدۂ ختمِ نبوّت کے اظہار پر پابندی؟

کیا اربابِ اقتدار جاں نثارانِ محمّد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لینا چاہتے ہیں؟

لاہور کے ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر کی وساطت سے ہفت روزہ ترجمان اسلام کے ناشر حضرت مولانا عبیداللہ انور کو وارننگ دی گئی ہے کہ آئندہ ترجمانِ اسلام میں یہ نہ لکھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعوٰی نبوت قابلِ جرم قرار دیا جائے۔

ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر کی وارننگ پر حضرت مولانا عبیداللہ انور نے کہا چونکہ مروجہ قانون میں ہر شخص کو اپنے مذہبی عقیدے کے اظہار اور اس کی تبلیغ کی اجازت ہے لہٰذا ہم اپنا مذہبی فریضہ ادا کر رہے ہیں عقیدۂ ختم نبوت ہمارا جزوِ ایمان ہے۔ ہم نے حق بات کا اظہار کیا ہے اور کر رہے ہیں۔

اس پر ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر صاحب نے دھمکی آمیز لہجہ میں وارننگ دی کہ اگر باز نہ آئے تو ترجمانِ اسلام کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا جائے گا۔

افسر مذکور کی وساطت سے قبل ازیں جب خدام الدین کو وارننگ دی گئی تھی۔ تو ہمارا خیال تھا کہ افسر مذکور چونکہ ایک خاص فرقے سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے ان کے اہانت آمیز رویے پر چنداں حیرت نہ کرنی چاہیے لیکن جب ترجمانِ اسلام کو بھی اسی نوعیت کی وارننگ دی گئی تو اس کا نوٹس لینا ضروری سمجھا گیا۔

خدام الدین اور ترجمان اسلام کے ناشر مولانا عبیداللہ انور کو ضلع کے ایک افسر کی وساطت سے جس بات کے اظہار سے منع کیا گیا ہے وہ زبانی نہیں بلکہ تحریری طور سے ہونا چاہیے تاکہ اس سلسلہ میں حکومت کی واضح پالیسی معلوم ہو سکے اور یہ قطعی رائے قائم کی جا سکے کہ اربابِ حکومت قانون کی کس دفعہ کی خلاف ورزی کے ارتکاب سے منع فرما رہے ہیں؟

جہاں تک عقیدۂ ختم نبوت کے اظہار اور اس کی تبلیغ کا تعلق ہے اربابِ حکومت نہ اس سے منع کر سکتے ہیں اور نہ ہی مروجہ قانون میں اس امر کی اجازت ہے کہ کسی ملکی باشندہ کو اس کے مذہبی عقائد و نظریات پر بزورِ حکومت پابندی عائد کر دی جائے۔

ضلعی افسر کی وساطت سے اربابِ حکومت نے ملک کے دو مذہبی و دینی جرائد کے ناشر کو زبانی طور سے جس بات سے منع کرنے کی تلقین ہے افسر مذکور خود اس کی وضاحت نہیں کر سکے کہ حکومت کا منشاء کیا ہے؟ حکومت کو تحریری طور سے اس کی وضاحت کر دینی چاہیے۔ اگر واقعی موجودہ حکومت کا منشاء یہی ہے کہ وہ پاکستان میں عقیدۂ ختم نبوت کے اظہار کو خلافِ قانون قرار دینا چاہتی ہے اور بعض قادیانی و مرزائی اربابِ اقتدار جان نثارانِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت اور ان کے جذبۂ ایمانی کا امتحان لینا چاہتے ہیں تو اس کے لیے صرف پاکستان کے چھ کروڑ مسلمان ہی نہیں پورا دنیائے اسلام حاضر ہے۔ ؎

تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

جبری ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کا
قرآن بردار جلوس

یحیٰی خان کی سکھا شاہی کے باعث جبری طور سے ریٹائر کیے جانے والے سرکاری ملازمین اور ان کی بیگمات نے لاہور میں "قرآن بردار" جلوس نکالا اور اربابِ حکومت کے ظلم و ستم سے نجات پانے کے لیے ناصر باغ لاہور میں اذانیں دی گئیں۔

جبری ریٹائر کیے جانے والے سرکاری ملازموں نے گورنر ہاؤس کا گھیراؤ بھی کیا۔

جلوس سے مولانا عبدالستار خان نیازی اور بورڈ آف ریونیو کے سابق رکن ایم مسعود (جنہوں نے یحیٰی خانی آمریت کے خلاف بطور

احتجاج قبل از ریٹائرمنٹ خود ہی علیحدگی اختیار کر کے وکالت شروع کر دی تھی) نے مظاہرین سے خطاب کیا۔

عدل و انصاف کو چھوڑ کر اور ملزم کو اپنی صفائی کا موقع دیئے بغیر "سکھا شاہی" کے مطابق بیک بینی و دو گوش ملازمت سے نکال باہر کرنے کے طریقِ کار سے دنیا میں پاکستان کو جو ذلت و رسوائی ہوئی ہے محتاجِ ذکر نہیں۔

ان سرکاری ملازموں کے ساتھ ظالمانہ سلوک نے پورے دفتری نظام کو متاثر کیا ہے اور صنعتی و تجارتی افراتفری کے ساتھ ساتھ ملک کا دفتری در و بست بھی انتشار اور اضطراب کا شکار ہو گیا ہے۔ گھیراؤ جلاؤ کی تباہ کن تحریک نے اب سرکاری دفتروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔

صدر مملکت کو اس مسئلہ کی نزاکت کا خود احساس کر کے معاملے کو سلجھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ عدل و انصاف رضی آئے جنا یہ ہے کہ ان ملازموں کے خلاف الزامات عائد کیے جائیں اور انہیں صفائی کا پورا موقع دیا جائے جو مجرم ثابت ہو اسے سزا دی جائے اور بے گناہوں کو ملازمت پر بحال کیا جائے۔ یہ کام ہفتہ عشرہ کے اندر اندر ہونا چاہیئے تاکہ یہ لوگ مزید اقتصادی بدحالی اور معاشی مشکلات کا شکار نہ ہو سکیں۔

باقی رہی ان حضرات کی "قرآن برداری" اور اذان دینے کی بات۔ تو ارباب اقتدار سمیت تمام حکمرانوں کو ہم یاد دلانا چاہتے ہیں کہ خدا کی جس مقدس کتاب کو آج حصولِ مقصد کے لیے سڑکوں پر اٹھائے پھر رہے ہیں ۲۵ سال سے اسی کا واسطہ دے دے کر گزارش کی گئی تھی کہ یہ ملک اس کتاب "قرآن مجید" کے قوانین رائج کرنے کے لیے معرضِ وجود میں آیا تھا اس کے احکام نافذ کرو۔ اور اذانیں دے دے کر انہیں خوابِ غفلت سے جگانے کے لیے پورا زور صرف کیا گیا تھا۔ لیکن ریٹائرڈ اور موجودہ برسرِ روزگار تمام سرکاری ملازموں اور اربابِ حکومت و اختیار نے خدا کی بات مانی اور نہ قرآن کی، حق و صداقت کی کسی آواز پر کان دھرا اور نہ کوئی اذان ہی انہیں اس طرف متوجہ کر سکی۔

ریٹائرڈ اور موجودہ اربابِ حکومت ایک مرتبہ پھر یہ اذان سن لیں کہ جب تک قرآن کے عادلانہ نظام کو دفتروں میں رائج نہ کیا جائے گا اور ہماری زندگیاں اس کے مطابق استوار نہ ہوں گی اضطراب، پریشانیوں اور الجھنوں سے دامن ہرگز نہیں چھڑایا جا سکتا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ

شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

مولانا فخر الدین احمد مرادآبادیؒ

۲۰ر صفر ۱۳۹۲ھ ۵ر اپریل ۱۹۷۲ء کو حضرت مولانا فخر الدین احمد طویل علالت کے بعد مراد آباد میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ افسوس کہ مسلمانانِ ہند اور علماء اسلام کا ایک درخشندہ تارہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

آپ دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے اور عصرِ حاضر کے جلیل القدر محدث محقق، عالم اور باخدا بزرگ تھے۔ دار العلوم دیوبند کے اکابر، مشائخ اور مسند صدارت حدیث کے ممتاز افراد جن کا سلسلہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ سے شروع ہوا تھا وہ سلسلہ حضرت مولانا فخر الدین پر بظاہر ختم ہو گیا۔ کامل ایک صدی میں علوم نبوت کے آفتاب و ماہتاب جن سے دار العلوم کی چار دیواری میں بلکہ تمام عالمِ اسلام میں علم کی شعاعیں پہنچتی رہیں۔ آپ اس سلسلہ کی آخری کڑی تھے اور اب تک اکابر دیوبند اور خصوصاً مسندِ مشیختِ حدیث پر جو حضرات متمکن تھے علم و معرفت کے دونوں چشموں سے سیراب تھے اور ظاہر و باطن دونوں نسبتوں کے حامل تھے۔ موصوف اس حلقہ کے آخری فرد تھے اب ایسی شخصیت جو اس مسند کو زینت دے ہماری نظروں میں نہیں۔ موصوف نے ۱۳۲۹ھ میں دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ دونوں سے فیض حاصل کیا اور دونوں چشموں سے سیرابی نصیب ہوئی۔ سنجیدگی، وقار، متانت، ذہانت، ظاہری سطح میں سکون اور باطنی گہرائیوں میں جوش و خروش کی نعمتوں سے مالامال تھے۔

چھبیس برس پہلے مدینہ طیبہ میں پہلی مرتبہ حضرت مولانا عبدالحق مدنی مرحوم کے مکان پر شرفِ ملاقات نصیب ہوا تھا۔ یہ ملاقات پہلی بھی تھی اور آخری بھی۔ پھر غائبانہ موصوف کے مفاخر و مآثر کا حال معلوم ہوتا رہا۔ اکابر محدثین اور ممتاز اکابر مدرسین کا نمونہ تھے جن کی زندگی کے پورے باسٹھ سال درس و تدریس میں گزرے۔ درسِ حدیث میں حافظ بدر الدین عینیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے علوم کا نچوڑ اپنی تقریر میں پیش کرتے تھے اور حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت کشمیریؒ کے خصائص کی جھلکیاں نظر آتی تھیں ان کی تالیف "القول الفصیح فی نضد ابواب الصحیح" تدقیق و ذکاء کا ایک عمدہ نمونہ ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قیامت کے قرب کے علامات میں سے جہاں اور مختلف فتنے سرعت سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ وہاں علمی انحطاط کی رفتار ان سے بھی زیادہ سریع ہے ان اکابر کے قافلے نہایت تیزی سے سفر آخرت پر روانہ ہو رہے ہیں اور علمی مراکز ویران ہوتے جا رہے ہیں ؎

نہ جانے آج تک یہ جانے والے ہیں کہاں جاتے
کھلی ہیں جب سے آنکھیں دیکھتے ہیں کارواں جاتے

غفر اللہ لہ ورحمہ رحمۃ الابرار الصالحین وحشرہ فی زمرۃ العلماء الربانیین

عیسائی مشنری اداروں کی سرگرمیوں پر ایک نظر

چالیس طالبات اور استانیوں کے ایکسپو ستر کے جشن میں شرکت کرنے پر پاکستان کو سات لاکھ روپیہ کا زرمبادلہ دینا پڑا

کھلاڑی طالبات کی جس ٹیم نے پاکستان کو رسوا کیا وہ عیسائی مشنری ادارے سے متعلق تھیں

محمد حسین آزاد۔ ایم اے

گزشتہ ہفتہ ہمارے ایک وزیر باتدبیر نے راولپنڈی کے ایک مشنری ہائی اسکول میں مژدہ سنایا کہ مشنری تعلیمی ادارے قومی تحویل میں نہیں لیے جائیں گے۔ دلیل یہ ہے کہ یہ خالصتہً "نان کمرشل" یعنی غیر تجارتی ہیں۔

ارباب اقتدار کو یہ ادارے غیر تجارتی نظر آنے کی بعض مخصوص وجوہات ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ ادارے فنڈز کے سلسلہ میں حکومت کو زیادہ تنگ نہیں کرتے اور جو حکومت کو تنگ نہ کرے اس کی نیت پر کون شبہ کرے کہ وہ کیا کرتا ہے اور اس کا مشن کیا ہے؟ دوئم یہ کہ یہ ادارے کمال ہوشیاری سے اپنی آمدن و خرچ کا بیلنس رکھتے ہیں۔ اور تفصیل کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں۔ مثلاً آمدن پچاس ہزار روپیہ: خرچ: چالیس ہزار روپیہ اساتذہ کی تنخواہ دس ہزار روپیہ دیگر ملازمین معاملہ برابر۔ اس قسم کے اعداد و شمار ہو جاتے اور خوشامدانہ سپاسناموں میں پیش کیے جاتے ہیں۔ تعریف و توصیف میں ڈوبے ہوئے یہ سپاسنامے سُن کر ہمارے ارباب اقتدار فتویٰ صادر فرما دیتے ہیں کہ سب کچھ ٹھیک ہے۔ میں مؤدبانہ عرض پرداز ہوں کہ جناب وزیر باتدبیر یہ ادارے خالصتہً تجارتی ہیں اور ان کا کاروبار بہت وسیع ہے۔ یہ ادارے صرف زر خالص ہی کا لین دین نہیں کرتے بلکہ تہذیب و اخلاق، دین و ایمان، حیا و شرم کو بھی خریدتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ سات سمندر پار کر کے یہاں یہ ادارے کس غرض سے قائم ہیں۔ اگر ان کا مقصد پاکستان میں جہالت کو ختم کرنا ہے تو کیا یہ اپنے ممالک کی پسماندہ آبادی کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کر چکے ہیں۔

ان اداروں کا جس گوری قوم سے تعلق ہے، اُس نے بھی پہلے پہل چند دنوں کے لیے تجارتی حقوق کی بھیک مانگی تھی۔ اس بہانے اس نے یہاں کچھ غداروں کے ضمیر خرید کیے اور بعد ازاں بڑی معصومیت سے برصغیر پر قبضہ جما لیا۔

ان اداروں کا جملہ خرچ پاکستانی بچوں کی فیسوں سے پورا کیا جاتا ہے۔ ان اداروں میں وصول کی جانے والی فیس داخلہ اور ٹیوشن فیس کسی بھی حکومتی یا پرائیویٹ اسکول سے زیادہ ہوتی ہے بچوں کو بعض کتابیں بھی یہ اپنے پاس سے دیتے ہیں اور ان کے منہ مانگے دام وصول کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بچوں اور اُن کے والدین سے غریب پرور ایسے ناموں پر بے شمار کتب اور ہزاروں روپے کے عطیات وصول کرتے ہیں۔ ان فنڈز اور عطیات کا بہت بڑا حصہ عیسائی ٹیچروں اور عیسائی ادنیٰ عملہ پر صرف کیا جاتا ہے کوئی ایک آدھ ان میں پاکستانی مسلمان بھی ہوتا ہے۔ اس طرح یہ پاکستانی قوم سے لاکھوں روپے وصول کر کے ایک طرف اپنی مخصوص اقلیت کی پرورش کرتے ہیں۔ تو دوسری طرف پاکستانی قوم کو مرتد بنانے کے مشن کو رواں دواں رکھتے ہیں۔ اگر یہ ادارے فی الواقع غیر تجارتی ہیں تو پھر ان میں ایک خاص گروہ کی بجائے پاکستانی عوام سے عملہ کیوں بھرتی نہیں کیا جاتا۔

ان میں سے ہر ادارہ کا تعلق کسی نہ کسی بیرونی طاقت سے ہے اور انہی کی مخصوص ہدایات پر یہ مشن قائم ہیں۔ ان اداروں میں پڑھانے والی ننز اور مدرز بظاہر درویشانہ اور راہبانہ لباس میں ملبوس اور گلے میں صلیب کے نشان سے آراستہ لمبی لمبی زنجیریں۔ مگر یہ چلتی پھرتی مسلمان نونہالوں کو دینِ تثلیث کے انجکشن لگاتی ہیں۔ اور معصوم بچے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بعض اداروں نے مسلمان بچیوں کے لیے ایسی ایسی مخصوص یونیفارم مقرر کر رکھی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر ہر غیرت مند مسلمان کا ڈوب مرنے کو جی چاہتا ہے۔

ان اداروں کی دوسری کڑی مشن کے تبلیغی و اشاعتی ادارے ہیں جو لاکھوں مسلمانوں کو مرتد بنا چکے ہیں۔ ان تعلیمی اداروں میں کتنے ایسے رہائشی اسکول ہیں۔ جہاں بچوں کے لیے مسجدوں کا انتظام ہے؟ یہاں کتنے بچوں کو روزے رکھوائے جاتے ہیں۔ اسلامی تہذیب و ثقافت پر کتنے لیکچر دیئے جاتے ہیں؟ کس نے دیکھا ہے کہ ان اداروں میں سٹیج کیے جانے والے ڈراموں کی تیاری کے لیے مسلمان بچیوں کو کس طرح کا ڈانس اور میوزک سکھایا جاتا ہے۔ حکومت نے استحصال کے خاتمہ کے نام پر پاکستانی پرائیویٹ اداروں کو بلامعاوضہ قومی تحویل میں لے لیا ہے۔ مگر ان اداروں کا استحصال پتہ نہیں کس مصلحت کی بناء پر ارباب اقتدار کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ بلاشبہ پاکستانی پرائیویٹ اداروں میں کچھ لوٹ کھسوٹ ہوتی ہے۔ لیکن یہ تو ماننا پڑے گا کہ ان اداروں کے منتظمین میں سے بعض نہایت مخلص اور مستعد ہیں۔ جنہوں نے بڑی محنت شاقہ اور اپنے ذاتی اثاثہ تک کو ان اداروں کی نذر کر کے ان اداروں کو پروان چڑھایا۔ اور ایسے ہزارہا غریب بچوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کر رہے ہیں۔ جنہیں حکومتی ادارے قبول کرنے

سے انکار کر دیتے ہیں۔ پھر اس میں کیا شبہ ہے کہ ان اداروں میں کم از کم مسلمان نسل فتنۂ ارتداد و الحاد سے محفوظ ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ ملک کے ایک دوسرے مخصوص اقلیتی گروہ کے تمام ادارے تاحال قومی ملکیت سے محفوظ ہیں۔ اور غالباً یہ ہمیشہ کے لئے محفوظ رہیں گے۔ یہ وہ ادارے ہیں جن کے سربراہ سرے سے مسلمانوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ اور اپنے مخصوص گروہ اور اس کے نظریات کی اشاعت کے لئے مخصوص ہیں۔ موجودہ حکومت کا ماٹو مساوات محمدی ہے مگر اس پالیسی میں جو استثناء و اختصاص روا رکھا گیا ہے اس سے مساوات محمدی کی کلیۃً نفی ہوتی ہے۔ مشنری ادارے بظاہر اگرچہ حکومت سے زیادہ فنڈز نہیں لیتے لیکن یہ ہر میدان میں پاکستانی اداروں کی نسبت مراعات یافتہ ہیں۔ مثلاً انہیں اداروں سے تعلق رکھنے والی چالیس طالبات و استانیوں نے ایکسپو ستر کے جشن میں شرکت کی۔ ان لڑکیوں نے مجموعی طور پر تقریباً سات لاکھ روپیہ کا پاکستانی قیمتی زرمبادلہ خرچ کیا لیکن آج تک کسی ہوشمند کے کان پر جوں تک نہ رینگ سکی۔

ایسے ہی اداروں سے تعلق رکھنے والی طالبات کی ایک ٹیم نے بھارت میں جا کر کرکٹ کا میچ کھیلا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کہ ہم بھارت سے برسرپیکار تھے۔ پوری قوم نے اس ٹیم کے خلاف واویلا کیا لیکن کسی آفیسر یا ادارے کے سربراہ کو قرار واقعی سزا نہ دی جا سکی۔ اس طرح ان طالبات کی وجہ سے پوری قوم کی دنیا میں رسوائی اور جگ ہنسائی ہوئی۔

کون کہہ سکتا ہے کہ ۱۹۶۵ء اور موجودہ پاک بھارت جنگ میں ہماری شکست و تباہی میں ان اداروں میں سے کسی کا بھی ہاتھ نہیں۔

گزشتہ ۱۵، ۱۰ برس سے پاکستانی عوام مشنری تعلیمی و تبلیغی اداروں کے خلاف مسلسل اپنے غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور موجودہ حکومت سے یہ بجا توقع تھی کہ وہ ان اداروں کا محاسبہ کرے گی۔ لیکن ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اصل میں یہ تمام ادارے بیرونی استعمار اور فرنگی تہذیب و ثقافت کے شجر خبیث کے پھل پھول ہیں۔ جو محض انگریزی زبان کے نام سے یہاں سرسبز ہیں۔ ان اداروں کی گود میں تربیت پانے والی آج کی بچیاں کل کی مائیں ہیں۔ یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ ان کی گود میں پلنے بڑھنے والی نسل کو پاکستان یا اس کی مخصوص تہذیب و نظریات سے بھی کوئی الفت یا لگاؤ ہو گا۔

ان اداروں کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے ملک کے ایک نامور جسٹس کے زیر اہتمام کمشن بھی مقرر کیا گیا تھا مگر نتیجہ سے آج تک قوم آگاہ نہ ہو سکی۔

اگر موجودہ حکومت فی الواقع عوامی آواز پر کان رکھتی ہے اور یہاں کی نسل کو فتنہ ارتداد و الحاد سے بچانا چاہتی ہے تو اسے مزید کسی تاخیر کے بغیر ان اداروں کو قومی تحویل میں لے لینا چاہیئے۔

یہ ادارے پاکستان کی سلامتی اور غیور مسلمان قوم کے لئے ایک رستا ہوا ناسور ہیں۔

★

نعت رسول مقبولؐ

ظہیر صدیقی

چلو مدینے چلو نور کی پھواروں میں
کرم کی نتھری ہوئی بہتی آبشاروں میں

نظر کرم کی ہو جائے تو نظر بدلے
بہار کھلتی نظر آئے گی شراروں میں

کرن تیرے ہی کرم کی جہاں میں رقصاں ہے
زمیں میں بحر میں تاباں مہ و ستاروں میں

لٹانا چاہے مزاجی ہزار جان ان پر
نبیؐ کے ساتھ رہے جو ہمیشہ غاروں میں

جو ہو فدائے نبیؐ سب خدائی اس کی ہے
یہ بات لکھ دی خدا نے ہے تیس پاروں میں

بس ان کے در پہ پہنچنے کی دیر ہے ساری
خزاں بدلتی نظر آئے گی بہاروں میں

تیرے کرم سے ہی بدلے ہے آگ پھولوں میں
سکوں ملے ہے مدینے کے ریگزاروں میں

مدینہ کیا ہے چمن ہے کرم کے پھولوں کا
کرم کے بوٹے کھلے ہیں یہاں قطاروں میں

کرم کے لمحے کی ساری کرامتیں ہیں ظہیر
بدلتے پل میں ہیں صحرا ابھی لالہ زاروں میں

★

شانِ اصحابِ رسولؐ

افضلیت حضرت عمرُ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات کی روشنی میں

از پروفیسر حافظ عبد المجید صاحب

اصحابِ رسولؐ میں حضرت فاروق اعظمؓ کو بہت بڑا مقام حاصل ہے۔ بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد امتِ محمدیہ میں سب سے اونچا درجہ حضرت عمرؓ کا ہی ہے۔ صحابہ کے مخالفین کا سب سے زیادہ غیظ و غضب بھی حضرت عمرؓ پر ہی برستا ہے اور وہ حضرت عمرؓ کے خلاف جس واقعہ کو سب سے زیادہ اچھالتے ہیں وہ واقعۂ قرطاس ہے۔

واقعۂ قرطاس اور حضرت فاروقِ اعظمؓ

واقعۂ قرطاس کی حقیقت بس اتنی سی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری بیماری میں وفات سے چار روز قبل پنج شنبہ کے دن فرمایا اِیْتُوْنِیْ بِقِرْطَاسٍ اَکْتُبُ لَکُمْ کِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ (کاغذ میرے پاس لاؤ تاکہ میں کچھ لکھوں۔ تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضورؐ کو اس وقت بیماری کی تکلیف زیادہ ہے۔ اس لیے آپؐ کو تکلیف نہ دی جائے۔ اور فرمایا۔ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ (ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے) اس وقت موجود بعض لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ لکھوا لینا چاہیے۔ ان میں سے بعض نے کہا:

اھجر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم استفھموہ (کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم غشی سے ایسی کلام کرتے ہیں اچھی طرح پوچھو) حضرت عمرؓ کے مخالفین نے اس واقعہ کو۔ اچھالتے ہوئے حضرت عمرؓ کے خلاف بہت پروپیگنڈہ کیا ہے۔ ایسے لوگوں کا جواب دیتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:۔

"بدر کے قیدیوں کے بارے میں اختلافِ عظیم پڑ گیا تھا۔ حضرت فاروقؓ اور سعید بن معاذؓ نے ان قیدیوں کو قتل کرنے کی رائے دی تھی۔ اور دوسروں نے ان کو چھوڑ دینے اور فدیہ لینے کی رائے دی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی یہی رائے مقبول تھی۔ کہ ان کو چھوڑ دیا جائے اور فدیہ لے لیا جائے۔ اس قسم کے اختلاف کے مقام اور بھی بہت سے ہیں اور وہ اختلاف بھی اسی قسم کا تھا جو کاغذ کے لانے میں کیا گیا تھا۔"

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ موت میں کاغذ طلب فرمایا تھا تاکہ ان کے لیے کچھ لکھیں۔ بعض نے کہا کاغذ لانا چاہیے اور بعض نے کاغذ لانے سے منع کیا۔ حضرت فاروقؓ بھی ان ہی لوگوں میں سے تھے جو کاغذ لانے کے حق میں نہ تھے۔ حضرت فاروقؓ نے فرمایا۔ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ (ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے) اس سبب سے طعن لگانے والوں نے حضرت فاروقؓ پر عیب لگایا ہے اور طعن و تشنیع کی زبان دراز کی ہے۔ حالانکہ درحقیقت کوئی محل طعن نہیں۔ کیونکہ حضرت فاروقؓ نے معلوم کر لیا تھا کہ وحی کا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔ اور آسمانی احکام پورے ہو چکے ہیں۔ اور احکام کے ثبوت میں رائے و اجتہاد کے سوا کسی امر کی گنجائش نہیں رہی۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ لکھیں گے امور اجتہادیہ میں سے ہوگا جس میں دوسرے بھی شریک ہیں بحکم فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ (پس عبرت حاصل کرو اے عقل والو) پس بہتری اس بات میں دیکھی کہ اس قسم کے سخت درد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف نہ دینی چاہیے اور دوسروں کی رائے اور اجتہاد پر کفایت کرنی چاہیئے۔ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ (ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے) یعنی قرآن مجید جو قیاس و اجتہاد کا ماخذ ہے۔ احکام کے نکالنے والوں کے لیے کافی ہے۔ احکام وہاں سے نکال لیں گے — کتاب اللہ کے ذکر کی خصوصیت اسی واسطے ہو سکتی ہے جب کہ قرائن سے معلوم کیا ہو کہ یہ احکام جن کے لکھنے کے درپے ہیں ان کا ماخذ کتاب اللہ میں ہے نہ سنت میں۔ تاکہ سنت کا ذکر کیا جاتا۔

پس حضرت فاروقؓ کا منع کرنا شفقت و مہربانی کے باعث تھا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شدتِ درد میں کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھائیں۔ جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کاغذ لانے کے لیے فرمانا بھی استحسان کے لیے تھا نہ کہ وجوب کے لیے تاکہ دوسرے لوگ استنباط کے رنج سے آسودہ ہو جائیں اور اگر اِیْتُوْنِیْ وجوب کے لیے ہوتا تو اس کی تبلیغ میں مبالغہ فرماتے اور صرف اختلاف ہی سے اس سے روگردانی نہ کرتے۔

سوال: حضرت فاروقؓ نے جو اس وقت کہا اَھَجَرَ اَسْتَفْھِمُوْہُ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: حضرت فاروقؓ نے شاید اس وقت یہ سمجھا ہو کہ یہ کلام آپؐ سے درد کے باعث بلاقصد و اختیار نکل گئی ہے۔ جیسے کہ لفظ اَکْتُبُ سے مفہوم ہوتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کچھ نہیں لکھا تھا اور نیز آپؐ نے فرمایا۔ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ (تم میرے بعد گمراہ نہ ہوگے) جب دین کامل ہو چکا تھا اور نعمت پوری ہو گئی تھی اور رضائے مولا حاصل ہو چکی تھی تو پھر گمراہی کے کیا معنی۔ اور ایک ساعت میں کیا لکھیں گے جو گمراہی کو دور کرے گا۔ کیا جو کچھ تیئیس سال کے عرصہ میں لکھا گیا ہے کافی نہیں اور وہ گمراہی کو دور

نہیں کہ سکتا اور جو ایک ساعت میں باوجود شدتِ درد کے لکھیں گے وہ گمراہی کو دور کرے گا۔ اس سبب سے حضرت فاروق رضؓ نے جان لیا ہوگا کہ یہ بات آپ سے بشریت کے لحاظ سے بلا قصد نکل گئی ہے۔ اس بات کی تحقیق کرو اور از سرنو دریافت کرو۔ اسی اثناء میں مختلف باتیں شروع ہوگئیں۔ حضرت پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اٹھ جاؤ۔ اور مخالفت نہ کرو کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں نزاع و جھگڑا اچھا نہیں۔ پھر اس امر کی نسبت کوئی کلام نہ کی اور نہ دوات و کاغذ کو یاد کیا۔"

(مکتوب ۲۶۔ دفتر دوم)

اس خط میں حضرت مجددؒ نے اجمالی طور پر واقعۂ قرطاس کے متعلق حضرت فاروق اعظمؓ پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ البتہ ایک اور مکتوب میں اس واقعہ پر حضرت مجددؒ نے کافی تفصیل سے بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ پر طعن و تشنیع کسی طرح درست نہیں۔ حضرت مجددؒ اس مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (سب تعریفیں اللہ کے لیے، اور سلام ہو اس کے برگزیدہ بندوں پر)

سوال: حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرضِ موت میں کاغذ طلب کیا اور فرمایا اِیْتُوْنِیْ بِقِرْطَاسٍ اَکْتُبْ لَکُمْ کِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ (میرے پاس ایک کاغذ لاؤ۔ تاکہ میں تمہیں کچھ لکھ دوں کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو) اور حضرت فاروقؓ اور چند اصحاب نے منع کیا۔ اور کہا حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ (ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے) اور کہا۔ اَھَجَرَ اِسْتَفْھِمُوْہُ (کیا غشی سے ایسی کلام کرتے ہیں اچھی طرح پوچھو) حالانکہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کچھ فرمایا کرتے تھے وحی سے فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (وہ خواہش سے کلام نہیں کرتے بلکہ جو کچھ بھی بولتے ہیں وحی کے مطابق بولتے ہیں) اور وحی کا رد و منع کرنا کفر ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ ۝ (جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہیں کرتے وہ کافر ہیں) نیز پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہجر و ہذیان تجویز کرنے سے تمام احکام شرعیہ کا اعتماد دور ہو جاتا ہے اور یہ کفر و الحاد و زندقہ ہے اس شبہ قویہ کا حل کیا ہے؟

جواب: خدا آپ کو سعادت مند کرے اور سیدھے راستے کی ہدایت دے۔ آپ کو واضح ہو کہ یہ شبہ اور اس قسم کے اور شبہے جو بعض لوگ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور باقی تمام اصحاب کرام رضی اللہ عنہم پر وارد کرتے ہیں اور قسم کی تشکیکات اور شبہات سے ان کو رد کرنا چاہتے ہیں۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھیں اور حضرت خیرالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کے شرف و رتبہ کو قبول فرمائیں تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے نفس حضرت خیرالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں ہوا و ہوس سے پاک صاف ہو چکے تھے اور ان کے سینوں سے عداوت و کینہ نکل چکا تھا اور ان کو واضح ہو جائے گا کہ یہی وہ اسلام اور دین کے بزرگوار ہیں جنہوں نے کلمۂ اسلام کے بلند کرنے اور حضرت سیدانام کی مدد اور دینِ متین کی تائید کے لیے رات دن ہمت اور ظاہر و باطن میں اپنی طاقتوں اور مالوں کو خرچ کیا ہے اور اپنے خویش و قبیلہ اور اولاد و ازواج اور وطن و گھر بار، کھیتی کیاری، باغ و انہار وغیرہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں چھوڑ دیا تھا اور اپنی جان اور مال اور اولاد کی محبت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ترجیح دی تھی۔ ان بزرگواروں نے وحی و فرشتہ کا مشاہدہ کیا تھا ان کا غیب شہادت سے اور ان کا علم (الیقین) عین (الیقین) سے بدل چکا تھا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی تعریف اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ فرماتا ہے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ (اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی) ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ (تورات اور انجیل میں ان کی یہی مثال ہے)۔ جب تمام اصحاب کرامؓ ان کرامات و فضائل میں شریک ہیں تو خلفائے راشدین جو تمام اصحابؓ سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ ان کی فضیلت و بزرگی کس قدر ہوگی۔ یہی وہ فاروق ہیں جن کی شان میں اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (اے نبیؐ! آپ کو اللہ تعالیٰ کافی ہے اور آپ کے تابعدار مومن کافی ہیں) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول حضرت فاروقؓ کا اسلام ہے ——

نظرِ انصاف کے ساتھ دیکھنے اور حضرت خیرالبشر کے شرف صحبت قبول کرنے اور اصحاب کرامؓ کے درجات کی بلندی اور بزرگی معلوم کرنے کے بعد امید ہے کہ یہ اعتراض کرنے والے اور تشکیکات پیدا کرنے والے لوگ ان شبہات کو مغالطوں اور زور سے منڈھی ہوئی خیالی باتوں کی طرح بے اعتبار اور خوار خیال کریں گے۔ اور اگر ان شبہات میں غلطی کو تجویز نہ کریں اور ان کو وہمی اور خیالی باتوں کی طرح نہ سمجھیں تو کم از کم اتنا ضرور جان لیں گے کہ ان شبہات اور تشکیکات کا ما حاصل ہیچ و پوچ ہے بلکہ اسلامی ہدایت اور ضرورت کے بالکل خلاف ہے اور کتاب و سنت کے مقابلہ میں مردود و مطرود ہے۔ اس کے علاوہ اس سوال کے جواب اور اس شبہ کی غلط فہمی کے بیان کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے چند مقدموں پر لکھا جاتا ہے۔ غور سے سنیں۔ اسی شبہ و اشکال کا کامل طور پر حل کرنا چند مقدموں پر مبنی ہے جن میں سے ہر ایک مقدمہ بجائے خود علیحدہ جواب بھی ہے

(باقی ص۱ پر)

شیخ عبدالقادر جیلانی رح مبلغِ اسلام کی حیثیت سے

تعلیمی اور تبلیغی خدمات پر ایک نظر!

مولانا قاری فیوض الرحمٰن ایم، اے

"سیدنا شیخ عبدالقادرؒ کی کثرت کرامات پر مؤرخین کا اتفاق ہے۔ شیخ الاسلام عزّ الدین بن عبدالسلام رح اور امام ابن تیمیہ رح کا قول ہے کہ شیخ کی کرامات حدِ تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔ ان میں سب سے بڑی کرامت مُردہ دلوں کی مسیحائی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کے قلب کی توجہ اور زبان کی تاثیر سے لاکھوں انسانوں کو نئی ایمانی زندگی عطا فرمائی آپ کا وجود اسلام کے لیے ایک بادِ بہاری تھا، جس نے دلوں کے قبرستان میں نئی جان ڈال دی اور عالمِ اسلام میں ایمان و روحانیت کی ایک نئی لہر پیدا کر دی۔ شیخ عمر کیسانی کہتے ہیں کہ کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں یہودی اور عیسائی اسلام نہ قبول کرتے ہوں۔ اور رہزن اور خونی اور جرائم پیشہ توبہ سے مشرّف نہ ہوتے ہوں، فاسدالاعتقاد اپنے غلط عقائد سے توبہ نہ کرتے ہوں۔

جبائی کا بیان ہے کہ ایک روز مجھ سے حضرت شیخ رح نے فرمایا کہ "میری تمنا ہوتی ہے کہ زمانۂ سابق کی طرح صحراؤں اور جنگلوں میں رہوں نہ مخلوق مجھے دیکھے نہ میں اُسے دیکھوں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کو اپنے بندوں کا نفع منظور ہے۔ میرے ہاتھ پہ پانچ ہزار سے زائد یہودی اور عیسائی مسلمان ہو چکے ہیں، عیاروں جرائم پیشہ لوگوں میں سے ایک لاکھ سے زائد توبہ کر چکے ہیں اور یہ اللہ تعالےٰ کی بڑی نعمت ہے۔"

"مؤرخین کا بیان ہے کہ بغداد کی آبادی کا بڑا حصہ حضرت رح کے ہاتھ پہ توبہ سے مشرف ہوا۔ اور بکثرت یہودی، عیسائی اور اہل ذمہ مسلمان ہوتے۔ اپنی کتاب الفتح الربانی مجلس سادس میں تحریر فرماتے ہیں۔

"پاک ہے وہ ذات جس نے میرے دل میں مخلوق کی نصیحت ڈالی۔ اور اسی اصلاح و نصیحت کو میری تمامتر فکر کا مرکز بنایا۔ میں تو ناصح ہوں اور اس پہ کسی بدلہ کا طالب نہیں (دنیا والوں سے) میں نے اپنا اجر اپنے اللہ کے ہاں حاصل کر لیا ہے۔ میں طالب دنیا نہیں ہوں، دنیا و آخرت کا بندہ ہوں نہ اللہ کے سوا کسی اور چیز کا، میں اس معبود کی عبادت کرتا ہوں جو خالق ہے (سب کا) اکیلا، تنہا اور قدیم ہے۔ میری خوشی تمہاری کامیابی میں ہے۔ اور میرا غم تمہاری ہلاکت میں ہے۔

تعلیمی مشاغل خدمات وعظ و ارشاد اور تربیت

نفوس کی عظیم ذمہ داریاں آپ کو تدریس سے باز نہ رکھ سکیں۔ آپ امام احمد بن حنبل رح کے مقلد تھے۔ "طبقات الحنابلہ میں ہے۔" وَقَدْ كَانَ فِي الْعَقِيدَةِ وَالْفُرُوعِ مُتَّبِعًا لِلْإِمَامِ أَحْمَدَ وَالْمُحَدِّثِينَ وَالسَّلَفِ"

"مذہب اہل سنت اور سلف کے مسلک کو آپ سے بڑی تقویت حاصل ہوئی اور اس کے مقابلہ میں اعتقادی و عملی بدعات کا بازار سرد ہو گیا ابن السمعانی کہتے ہیں کہ "متبعین سنت کی شان آپ کی وجہ سے بڑھ گئی۔ اور ان کا پلڑا بھاری ہو گیا۔

مدرسہ میں ایک سبق تفسیر کا، ایک حدیث کا، ایک فقہ کا اور ایک اختلافات ائمہ اور ان کے دلائل کا پڑھاتے تھے۔ صبح شام، تفسیر و حدیث، فقہ، مذاہب ائمہ، اصول فقہ اور نحو کے اسباق ہوتے۔ ظہر کے بعد تجوید و قرأت کی تعلیم ہوتی۔ اس کے علاوہ افتاء (فتویٰ نویسی) کی مشغولیت تھی۔ بالعموم مذہب شافعی رح مذہب حنبلی رح کے مطابق فتویٰ دیتے، علمائے عراق آپ کے فتاوےٰ سے بڑے متعجب ہوتے اور بڑی تعریف کرتے۔ (الطبقات الکبریٰ للشعرانی ج ۱ ص ۱۲۶ بحوالہ رجال الفکر والدعوۃ ص ۲۲۸)

ایک عجیب استفتاء

ایک مرتبہ ایک عجیب استفتاء آیا۔ کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ کوئی ایسی عبادت کریگا جس میں عبادت کے وقت کوئی دوسرا شریک نہیں ہوگا۔ اگر اس نے قسم پوری نہیں کی تو اس کی بیوی کو تین طلاق۔ علماء یہ استفتاء سن کر حیرت میں پڑ گئے کہ ایسی کون سی عبادت ہو سکتی ہے جس میں وہ بالکل تنہا ہو اور روئے زمین پر کوئی شخص بھی اس وقت وہ عبادت نہ کر رہا ہو۔ حضرت شیخ رح کے پاس استفتاء آیا۔ تو بے تکلف فرمایا کہ مطاف (جہاں طواف کیا جاتا ہے) اس کے لیے خالی کر دیا جائے اور ایک ہفتہ وہ تنہا عبادت کرے۔ علماء نے یہ جواب سن کر بے ساختہ دادِ تحسین دی اور کہا کہ یہی ایک صورت ہے کہ وہ بلا شرکت غیرے عبادت کرے اور اپنی قسم پوری کرے۔ اس لیے کہ طواف بیت اللہ پر موقوف ہے اور مطاف اس شخص کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اب اس عبادت میں کہیں بھی شرکت کا امکان نہیں۔ (حوالہ مذکور سابق)

استقامت

حضرت شیخ شریعت پر عمل کرنے میں

استقامت کا پہاڑ تھے - کامل اتباع اپنے مضبوط علم اور تائیدِ ایزدی نے آپ کو اس مقام پر پہنچا دیا تھا کہ حق و باطل، نور و ظلمت، الہام صحیح اور کید شیطانی میں پورا امتیاز پیدا ہو گیا تھا - آپ پر یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو چکی تھی کہ شریعتِ محمدی کے احکام اور حلال و حرام میں قیامت تک کے لیے تغیر و تبدل کا امکان نہیں - جو اس کے خلاف دعوٰے کرے، وہ شیطان ہے - ارشاد فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ ایک بڑی عظیم الشان روشنی ظاہر ہوئی - جس سے آسمان کے کنارے بھر گئے - اس سے ایک صورت ظاہر ہوئی - اس نے مجھ سے خطاب کر کے کہا - کہ اے عبدالقادر! میں تمہارا رب ہوں، میں نے تمہارے لیے سب محرمات (حرام کردہ چیزیں) حلال کر دیے ہیں، میں نے کہا دور ہو مردار! یہ کہتے ہی وہ روشنی ظلمت میں بدل گئی اور وہ صورت دھواں بن گئی - اور ایک آواز آئی "نَجَوْتَ مِنِّي بِعِلْمِكَ بِأَمْرِ رَبِّكَ" کہ خدا نے تمہیں تمہارے علم و تفقہ کی وجہ سے بچا لیا - ورنہ اس طرح میں ستر صوفیوں کو گمراہ کر چکا ہوں میں نے کہا "لِلّٰهِ الْفَضْلُ" - اللہ کی مہربانی ہے "کسی نے کہا کہ حضرت آپ کیسے سمجھے کہ یہ شیطان ہے - فرمایا اس کے کہنے سے کہ میں نے حرام چیزوں کو تمہارے لیے حلال کر دیا ہے" (الطبقات الکبریٰ ص ۱۲۷)

طریقت شریعت کے تابع ہے

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "اگر حدودِ الٰہی (احکام شرعی) میں سے کوئی حد ٹوٹتی تو سمجھ لو کہ تم فتنہ میں پڑ گئے ہو - اور شیطان تم سے کھیل رہا ہے - فوراً شریعت کی طرف رجوع کرو - اس کو مضبوط تھام لو - نفس کی خواہشات کو جواب دو - اس لیے کہ ہر وہ حقیقت جس کی شریعت تائید نہیں کرتی باطل ہے -"

اسی طرح کتاب و سنت پر سختی سے عمل کرنے اور اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے التزام کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"ہر وہ حقیقت جس کی شریعت تائید نہیں کرتی وہ زندقہ ہے - اللہ عز و جل کی طرف اڑ کر پہنچو - تمہاری اڑان کا ایک پر کتاب ہو اور دوسرا سنت - رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر آگے بڑھو انہی کو اپنا وزیر اور معلم سمجھو" - (الفتح الربانی مجلس ۴۴)

خلقِ خدا پر شفقت

عامۃ الناس اور امتِ محمدیہ کے ساتھ تعلق اور شفقت نائبینِ رسولؐ اور مقبولین کی خاص علامت ہے - اس کا اندازہ آپ کی اس تقریر سے ہو سکتا ہے - جس میں آپ نے بازار میں جانے والوں کے احوال و مراتب بیان کیے ہیں ان میں آخری مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں - اور در اصل حدیثِ دیگراں میں اپنا ہی حال اور مقام بیان فرماتے ہیں "اور پانچواں وہ شخص ہے کہ جب بازار میں داخل ہوتا ہے تو اللہ سے اس کا دل بھر جاتا ہے ان لوگوں پر رحمت کرنے کے لیے، اور یہ رحمت اسے کچھ دیکھنے ہی نہیں دیتی کہ ان لوگوں کے پاس کیا کچھ ہے؟ وہ تو اپنے داخلہ کے وقت سے باہر نکلنے کے وقت تک بازار والوں کے لیے دعا و استغفار و شفاعت میں، اور ان پر رحمت و شفقت میں مشغول رہتا ہے، اس کا دل ان لوگوں کے لیے ان کے حال پر جلتا رہتا ہے - اور آنکھیں روتی رہتی ہیں اور زبان ان نعمتوں پر جو خدا نے ان لوگوں کو اپنے فضل سے دی ہیں - خدا کا شکر اور اس کی حمد و ثنا کرتی رہتی ہے - (فتوح الغیب مقالہ ۵۱ بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت ص ۱۹۰)

بقیہ: افضلیت حضرت عمر فاروق رضؓ

مقدمہ اول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام منطوقات و معقولات یعنی اقوال و گفتار وحی کے مطابق نہ تھے آیت کریمہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى نص قرآنی سے مخصوص ہے جیسے کہ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال و گفتار وحی کے موافق ہوتے تو حق تعالےٰ کی طرف سے بعض اقوال پر اعتراض وارد نہ ہوتا اور ان سے معافی کی گنجائش نہ ہوتی - اللہ تعالےٰ اپنے نبی کو مخاطب کر کے فرماتا ہے - عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (اللہ تعالےٰ نے آپؐ سے معاف کر دیا کہ آپؐ نے ان کو کیوں اجازت دی)

مقدمہ دوم یہ کہ احکام اجتہادیہ اور امورِ عقلیہ میں آیتِ کریمہ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ (پس عبرت حاصل کرو اے عقل والو) اور آیتِ کریمہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (کام میں ان سے مشورہ لیا کرو) کے بموجب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کی گنجائش اور رد و بدل کی مجال تھی - کیونکہ اعتبار و مشورہ کا امر کرنا رد و بدل کے حاصل ہونے کے بغیر متصور نہیں - جنگِ بدر کے قیدیوں کے قتل اور فدیہ کے بارے میں جب اختلاف واقع ہوا تھا تو حضرت فاروق رضؓ نے قتل کی رائے دی تھی اور وحی حضرت فاروق رضؓ کی رائے کے موافق اتری - اور فدیہ لینے پر وعید نازل ہوئی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَوْ نَزَلَ الْعَذَابُ لَمَا نَجٰى بِغَيْرِ عُمَرَ وَسَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا" -

"اگر عذاب نازل ہوتا تو عمر رضؓ اور سعد بن معاذ رضؓ کے بغیر کوئی نجات نہ پاتا" - کیونکہ سعد رضی اللہ عنہ نے بھی ان قیدیوں کے قتل کی رائے دی تھی - (باقی آئندہ)

نبیؐ کی آخری وصیت

وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ - (ابوداؤد)

اپنے ماتحت غلاموں کا خیال رکھنا -
یہ آخری جملہ نبیؐ نے یہ کہا
فکر کرنا ان غلاموں کا ذرا

نئے آئین میں

پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام قرار دیا جائے اور مسلمان کی تعریف کی جائے

شراب نوش وزیر میری کابینہ کا رکن نہیں رہ سکتا

علماء کے خلاف پروپیگنڈا غلط ہے کہ وہ مسلمان کی تعریف کرنے سے قاصر رہے ہیں؟

تحفظ ختم نبوت کانفرنس میں وزیر اعلیٰ سرحد مولانا مفتی محمود کا ایمان افروز خطاب

وطن عزیز پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا۔ اس لئے ملک کا نیا دستور اسلامی روایات و اقدار کا حامل ہونا چاہیئے۔ ان خیالات کا اظہار مولانا لال حسین صاحب اختر صدر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے ختم نبوت کانفرنس لاہور کے عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اس کانفرنس میں اندازاً ایک لاکھ افراد نے شرکت کی۔ کانفرنس کی صدارت شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد عبید اللہ انور نے فرمائی جبکہ مہمان خصوصی حضرت مفتی محمود صاحب وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد کی ذات ستودہ صفات تھی۔ مولانا لال حسین صاحب نے اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قادیانی انگریز کا خود کاشتہ پودا اور اس کے مفادات کے ایجنٹ ہیں مولانا نے فرمایا کہ آئین میں ختم نبوت کے تحفظ کی موثر ضمانت دی جائے۔ اور جس آئین میں عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت نہ کی گئی ہو۔ وہ ہمارے نزدیک غیر اسلامی ہو گا۔ قادیانیوں کو اقلیت قرار دیئے جانے کے سلسلہ میں مولانا نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ عوام کا متفقہ مطالبہ ہے۔ اس پر ملک میں ریفرنڈم ہونا چاہیئے۔

مولانا تاج محمود مدیر لولاک لائل پور نے اپنی تقریر کے دوران قادیانیوں کی ملک دشمنی کے واضح ثبوت پیش کئے۔ اور الزام لگایا۔ کہ ۶۵ء کی جنگ قادیانیوں کے لندن پلان کے تحت ایک سازش تھی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مرزائی دن رات اس تگ و دو میں ہیں کہ پاکستان کو ہندوستان میں ضم کر کے اکھنڈ بھارت بنا دیا جائے۔ کیونکہ انکی جماعت کے مفادات اسی میں مضمر ہیں۔ مرزائیوں نے روز اول سے ہی پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ سقوط مشرقی پاکستان اُن کی سازشوں کی ایک کڑی ہے۔

مولانا نے فرمایا۔ کہ مرزائی مبلغ کی ۲۶ر مارچ کو لائلپور میں پریس کانفرنس کے دوران مرزائیوں کی حکومت قائم ہونے کی دھمکی ان کی خفیہ منصوبہ بندی کی نشان دہی کرتی ہے۔ مولانا حبیب اللہ فاضل جالندھری ساہیوال نے اپنی تجویز پر اظہار خیال فرماتے ہوئے پاکستان کی سالمیت کے لئے اسلامی آئین کو شرط اول قرار دیا۔ مولانا تاج محمود نے اپنی پیش کردہ تجاویز کے ذریعہ مطالبہ کیا۔ کہ آئین میں ہر نوع کے دعوئے نبوت کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔ نیز قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے برطرف کیا جائے۔ مولانا تاج محمود نے شراب کی بندش۔ اردو کو سرکاری زبان قرار دنیا۔ رخصت جمعہ وغیرہ کے اہم اقدامات پر سرحد حکومت کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کہ دوسرے صوبوں کو بھی اس نیک کام میں صوبہ سرحد کی تقلید کرنا چاہیئے۔ آپ کے بعد مولانا لال حسین اختر نے مہمان خصوصی حضرت مفتی محمود وزیر اعلیٰ سرحد کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔ مولانا لال حسین نے دین اسلام کے تحفظ اور جنگ آزادی میں علماء کی خدمات کا مفصل تذکرہ کیا۔ اور اسلامی آئین نافذ کرنے کے سلسلہ میں مفتی صاحب کی کوششوں کو سراہا۔ اور اپنی اور اپنی جماعت کیطرف سے مکمل تعاون پیش کیا۔ آپ نے اس یقین کا اظہار فرمایا۔ کہ انشاء اللہ آئین اسلامی کے سلسلہ میں آپکی کوششیں بارآور ہونگی۔ اور عقیدۂ ختم نبوت کا مؤثر تحفظ ہو گا۔ قادیانی ارتداد سے امت مسلمہ کی حفاظت ہو گی۔ آپ کے بعد قائد انقلاب اسلامی مفتی اعظم مولانا مفتی محمود دامت برکاتہم نعروں کی گونج میں مائیک پر تشریف لائے۔ خطبہ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا۔ کہ تحفظ ختم نبوت کے اس اجلاس میں شرکت نہ صرف سعادت بلکہ ذریعۂ نجات سمجھتا ہوں۔ مولانا لال حسین نے جو توقعات سپاسنامہ میں مجھ سے وابستہ کی ہیں۔ انشاء اللہ وہ پوری ہوں گی۔ اسلامی روایات و اقدار کے اختیار کے لئے آپ مجھے ہر جگہ موجود پائیں گے میری تمام کوششیں اور صلاحیتیں اسلامی آئین کے لئے وقف ہوں گی۔ فرمایا۔ کہ ملک پچیس برس آئین سے محروم رہا۔ آج پہلی دفعہ مرکز اور صوبوں میں ایسی حکومتیں قائم ہوئی ہیں۔ جنہیں براہ راست عوام نے منتخب کیا ہے۔ آج سے پہلے یہ ملک آمریت کا گہوارہ تھا۔ اور عوام ظلم و ستم سے کراہ رہے تھے۔ لیکن آج عوام کی اپنی حکومت ہے۔ اس لئے مولانا لال حسین اور مولانا تاج محمود صاحب کو پریشان نہ ہونا چاہیئے۔ آج آپ کی اپنی حکومت ہے۔ آپ جو چاہیں گے وہی ہو گا۔ یہ حکومت عوام کی حکومت ہے جو عوام حکومت بنا سکتے ہیں۔ وہ گرا بھی سکتے ہیں۔ اس لئے کہ جمہوریت میں عوام ہی قوت کا اصل سرچشمہ ہوتے ہیں۔

آج مارشل لاء مر چکا ہے۔ میں نے آج سے قبل آپ سے وعدہ کیا تھا۔ کہ ہم مارشل لاء کو ایسی گہری قبر میں دفن کریں گے۔ جہاں سے وہ دوبارہ سر نہ اٹھا نہ سکے۔ الحمد للہ اب یہ وعدہ

پورا ہو چکا ہے۔ آج کے بعد یہاں مارشل لار نہ آسکے گا۔ آپ نے فرمایا کہ عبوری آئین میں کافی نقائص ہیں۔ ہم اس سے مطمئن نہیں۔ اس لئے نہ ہم نے اس کے حق میں ووٹ دیا۔ نہ اس کے خلاف۔ مخالفت اس لئے نہیں کی کہ مارشل لار اسی طرح اپنی موت مر سکتا تھا۔ آج مستقل آئین کے تحت ۲۵ رکنی کمیٹی کام کر رہی ہے میں بھی اس کا رکن ہوں۔ ہم انشاء اللہ آپ کو اس طرح کا آئین دیں گے جو آپ کی توقعات اور خواہشات کے مطابق ہو۔ مفتی صاحب نے فرمایا۔ کہ آئین میں اس بات کا واضح اعتراف ضروری ہے کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہو گا۔ شام۔ عراق لیبیا۔ مصر میں سرکاری مذہب اسلام ہے جبکہ ان حکومتوں نے اسلام کو قبول کیا ہے اور ہم نے اس سلطنت کو ہی صرف اسلام کے لئے حاصل کیا ہے۔ جب وہ ملک اسلام کو سرکاری مذہب قبول کرتے ہیں۔ تو ہمیں فوراً ایسا کرکے اپنے وعدہ کو پورا کرنا چاہئیے آپ نے فرمایا کہ میری تقریر نہ کسی کے خلاف ہے نہ کسی کے حق میں ہے۔ اس لئے کہ میری عوام کی آواز ہے۔ آپ نے ملک بھر کی تمام مذہبی وسیاسی جماعتوں کا نام لیکر ارشاد فرمایا۔ کہ سب جماعتیں مسلمانوں کی ہیں۔ ان میں سے کوئی پارٹی اسلام کے بغیر ایک منٹ نہیں چل سکتی۔ اس لئے کوئی جماعت آئین کے سلسلہ میں میری اس آواز کے خلاف نہیں اٹھ سکتی۔ میں پاکستانی عوام کے جذبات کی ترجمانی کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ حکومت کا مذہب اسلام ہو گا۔ اسلام میں اقلیتی پارٹیوں کو نہ صرف رہنے کا حق ہے۔ بلکہ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ غیر مسلم اقلیت کی عزت۔ مال و جان کی اسی طرح حفاظت کرے جس طرح وہ مسلمانوں کی کرتی ہے

آپ نے فرمایا کہ کرۂ ارض پر بہت سے کمیونسٹ ممالک موجود ہیں۔ جن کا سرکاری مذہب کمیونزم ہے۔ وہاں ناممکن ہے۔ کہ ملک کا سربراہ۔ گورنر۔ کمانڈر انچیف یا کوئی اور عہدیدار کمیونزم پر یقین نہ رکھتا ہو۔ اسی طرح جب ہم نے فیصلہ کر لیا کہ مملکت پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا تو ناممکن ہے۔ کہ کوئی غیر مسلم کسی کلیدی اسامی پر آئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اسی طرح سرکاری مذہب اسلام قبول کرنے کے بعد لازم ہوگا۔ کہ آئین میں مسلمان کی تعریف کی جائے۔ تا کہ کوئی شخص جو خدا۔ رسولؐ۔ ختم نبوت اور آخرت کا منکر ہو۔ اور اپنا نام منظر احمد یا عبدالعلی رکھ کر پاکستان کا صدر نہ بن سکے۔ ہم نے اپنے مسودہ میں مسلمان کی جامع مانع تعریف کر دی ہے۔

ہمیں کہا جاتا ہے کہ علمار کا مسلمان کی تعریف پر اتفاق نہیں۔ ہم نے اس چیلنج کو اسی وقت قبول کر لیا۔ اور اسمبلی کے اجلاس میں مسلمان کی تعریف کر دی۔ جو ریکارڈ میں موجود ہے۔ اس لئے اب اسمبلی پر لازم ہے۔ کہ اس تعریف کو آئین میں شامل کر لے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ مملکت کا سرکاری مذہب اسلام ہو گا۔ تو پھر لازم ہو گا کہ کسی مسلمان کو مذہب تبدیل کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ غیر مسلم تو اسلام قبول کر سکیگا۔ لیکن مسلمان کو حق نہ ہو گا۔ کہ وہ یہودی۔ عیسائی یا مرزائی بن سکے۔ یہودی مرزائی بن سکے گا۔ مرزائی کو حق ہو گا۔ کہ عیسائیت کو قبول کر لے۔ لیکن مسلمان کو قطعاً تبدیلی مذہب کی اجازت نہ ہو گی۔ آپ نے فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ پاکستان کی بنیاد جمہوریت پر ہونی چاہیئے۔ میں جمہوریت کا نہ صرف قائل ہوں۔ بلکہ جمہوریت کی بحالی کے لئے میں نے جو کوششیں کی ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں۔ لیکن مسلمانوں اور کافروں کی جمہوریت میں فرق ہے۔ ہمیں اسلام کی جمہوریت چاہیئے۔ یورپ کی نہیں۔ کیونکہ یورپ کی جمہوریت کے بانی انسان ہیں۔ اور اسلام کی جمہوریت کا بانی خدا ہے۔ مغربی جمہوریت میں حاکمیت عوام کی ہے۔ جب کہ اسلام میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ تمام دنیا کے عوام اگر شراب۔ زنار کو حلال کہیں تو اسلامی جمہوریت میں حلال نہ ہو سکے گی۔ حرام ہی رہے گی کیونکہ خدا اور اس کے رسولؐ نے حرام کیا ہے۔ انگلینڈ کی جمہوریت نے مرد کے مرد کے ساتھ جنسی تعلقات کو جائز قرار دے دیا ہے۔ ہم ایسی جمہوریت کے قائل نہیں۔ اسلامی جمہوریت میں عوام کو اتنا بلند مقام دیا گیا ہے۔ کہ ایک عامی انسان خلیفۂ وقت پر عین جمعہ کے وقت اس کے کرتے اور تہ بند کے متعلق سوال کر سکتا ہے۔ اور خلیفہ مجبور ہے۔ کہ اس عوامی آدمی کی تسلی کرائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب ہم تسلیم کر لیں۔ کہ مملکت کا سرکاری مذہب اسلام ہو گا۔ تو لازم ہے کہ ہم قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون نہ بنائیں۔ کیونکہ اسلام کی اساس انہی پر قائم ہے۔ فرمایا۔ کہ ہم ایسا آئین چاہتے ہیں۔ جس کے ذریعہ سے پاکستانی عوام خوشحال ہوں ملک مستحکم ہو۔ اور ملک سے سامراج کا جنازہ نکل جائے۔

آپ نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ کہ ہمارے متعلق کوئی غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے میں صوبہ سرحد کا وزیر اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ سرحد کے مرد و زن، خورد و کلاں پاکستان کے اتنے ہی وفادار ہیں۔ جتنے آپ خود۔ اب غدار غدار کی رٹ لگانی چھوڑ دو۔ اور اگر تم نے ایک دوسرے کو غدار کہہ کر ملک کے حصے بخرے کر دیئے تو غدار تم خود ہو گے۔ یہ نہ سمجھو کہ سرحد پاکستان سے علیحدہ ہو جائے گا نہ ہم علیحدہ ہونگے نہ آپ کو علیحدہ ہونے دیں گے۔ ہمارا ایک پاکستان پر ایمان ہے۔ آپ نے مثال دے کر ارشاد فرمایا۔ کہ ملک اور صوبوں کی مثال جسم کی ہے۔ اگر جسم کا ایک حصہ علیحدہ کر دیا جائے۔ تو جسم باقی رہے گا۔ اگرچہ ادھورا ہو جائے گا۔ لیکن جو حصہ علیحدہ ہوا۔ وہ گل سڑ کر ختم ہو جائے گا۔ ہم پاکستان کے ساتھ رہیں گے علیحدہ ہو کر اپنی موت پر دستخط نہ کریں گے۔ کیونکہ جو صوبہ علیحدہ ہو گا۔ ختم ہو جائے گا میں آپ سے اپیل کرتا ہوں۔ اب صوبائی منافرت نہ پھیلائیں اخبارات صوبائی منافرت کو قومی سالمیت کے لئے ختم کرنے کی کوشش کریں۔ ہمارا ملک اب کسی قسم کے انتشار کا متحمل نہیں۔ صوبہ سرحد پنجاب کا چھوٹا بھائی ہے۔ اور بڑے بھائی کا ادب و احترام ضروری خیال کرتا ہے۔ اور پنجاب سے بڑے کی حیثیت میں دست شفقت کا متمنی ہے۔ تا کہ ہمارا ملک باہمی اعتماد و اخوت کی فضا میں پھلے۔ پھولے۔ اور دشمنوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ایک صاحب نے جو جمعیت کی مخالف جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ بے پر کی اڑائی ہے۔ کہ ایک صوبائی وزیر نے کسی محفل میں شراب پی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ میری وزارت میں اگر کوئی شراب نوشی کرے تو وہ میری وزارت میں وزیر نہیں رہ سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ بندش شراب کے بعد باڑہ (آزاد قبائل) میں شراب کی دوکانیں کھل گئی ہیں۔ فرمایا یہ قطعاً غلط ہے۔ قبائلیوں نے جو ہم سے بہتر مسلمان ہیں۔ اس شبہ میں ایک دوکان کو آگ لگا دی۔

کہ اسکے مالک کے متعلق انہیں معلوم ہُوا تھا۔ کہ وہ شراب کا کاروبار کرتا ہے۔ ان کے جرگہ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ اگر کسی کے پاس سے شراب برآمد ہوئی تو اسے پانچ صد روپے جرمانہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ صوبہ سرحد میں شراب کی چور بازاری کی سب افواہیں غلط ہیں۔ اس قسم کی افواہیں وہ لوگ پھیلاتے ہیں۔ جو دل سے بندش شراب کیخلاف ہیں۔ یا شراب بندی کا کریڈٹ جمعیتہ کے قبضہ میں دیکھ کر انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ فرمایا کہ آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ سابق صدر یحیٰی نے ایبٹ آباد (سرحد) میں شراب چھوڑ دی ہے۔ اس نے شراب چھوڑی نہیں بلکہ چھڑائی گئی ہے۔ جب سپلائی ہی بند ہے تو وہ کہاں سے پیئے۔ گزشتہ دنوں ایک ملک کے بادشاہ صوبہ سرحد تشریف لائے۔ تو انہوں نے یہ کہکر شراب کو منہ نہ لگایا۔ کہ جب صوبہ میں شراب پر پابندی ہے تو میں پی کر قانون کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہتا۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا۔ میں نے پانچ رکنی بورڈ بنا دیا ہے۔ جس میں تین جید علماء اور دو ماہرین قانون موجود ہیں۔ وہ بہت جلد اپنی رپورٹ حکومت سرحد کو پیش کر دیں گے۔ جس کی روشنی میں حکومت سرحد اپنے تمام قوانین اسلام کے سانچے میں ڈھال لے گی۔

کانفرنس کی ابتداء میں مولانا سید منظور احمد شاہ مرکزی مبلغ تحفظ ختم نبوت اور اللہ وسایا مبلغ تحفظ ختم نبوت لائل پور نے بھی خطاب کیا۔ شاعر ختم نبوت جناب سید محمد امین گیلانی نے اپنے مخصوص والہانہ انداز میں ختم نبوت کے متعلق اپنا جذباتی کلام سنا کر سامعین کو مسحور کر دیا۔ کانفرنس کا عظیم الشان اجلاس ایک بجے شب بخیر و خوبی اختتام پذیر ہُوا۔

قرارداد ۱: مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا یہ عظیم الشان اجتماع پاکستان کی دستور ساز اسمبلی پر بالعموم اور اس کی متعین کردہ پچیس رکنی آئین کمیٹی پر بالخصوص یہ واضح کرنا مناسب سمجھتا ہے۔ کہ تشکیل پاکستان کا بنیادی مقصد یہ تھا۔ کہ اس سرزمین کا آئین اسلامی ہوگا۔ اور یہاں پر اسلامی روایات اور اقدار کو فروغ دیا جائیگا گزشتہ ۲۵ سال سے مسلمانان پاکستان ایک آواز ہو کر یہ مطالبہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ کہ پاکستان کا آئین اسلامی بنیادوں پر بنایا جائے۔

اب جبکہ دستور ساز اسمبلی کی متعین کردہ پچیس رکنی کمیٹی دستور کی ترتیب میں مصروف ہے۔ مسلمانان پاکستان اس عظیم کانفرنس کے توسط سے پر زور مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ آئین کو مختلف مکاتیب فکر کے علماء کرام کے متفقہ ۲۲ نکات کی بنیاد پر مرتب کیا جائے۔

قرارداد ۲: مجلس تحفظ نبوت پاکستان کا یہ عظیم الشان اجتماع اپنے جذبہ ملی کے پیش نظر حکومت پاکستان پر یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔ کہ قادیانی جماعت اپنے کفریہ عقائد کے علاوہ خطرناک سیاسی عزائم رکھتی ہے۔ جس میں حرمت جہاد اور پاکستان کی سالمیت کے خلاف اکھنڈ بھارت کا الہامی عقیدہ شامل ہے۔ قادیانی آفیسر اس سلسلہ میں حکومت پاکستان کی بجائے ربوہ کی ہدایات کے پابند رہے ہیں۔ اس لئے ملک و ملت کی سالمیت کے لئے ضروری ہے کہ تمام اہم اور کلیدی آسامیوں سے قادیانی افسروں کو فوراً ہٹایا جائے۔

قرارداد ۳: مجلس تحفظ ختم نبوت کی یہ عظیم الشان کانفرنس پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے بالعموم اور آئین کمیٹی کے پچیس ارکان سے بالخصوص یہ مطالبہ کرتی ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت جو اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور جس میں امت اسلامیہ کی وحدت اور بقا کا راز مضمر ہے۔ کو دستور کی ترتیب میں مؤثر تحفظ دیا جائے۔ اور مرزا غلام احمد اور اس کے جملہ متبعین جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت سے انکار کرتے ہوئے قادیانی نبوت اور قادیانی امت کو جنم دیا۔ ان کے عقائد باطلہ اور عزائم فاسدہ کی روشنی میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر نوع کے دعوئی نبوت کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔

قرارداد ۴: مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا یہ عظیم الشان اجتماع اپنے جذبۂ ملی کے پیش نظر حکومت سرحد کو بالعموم اور جناب ارباب سکندر خاں خلیل گورنر سرحد اور حضرت مفتی محمود وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد کو بالخصوص ان کے تمام اہم اسلامی اقدامات جن میں شراب پر مکمل پابندی۔ اردو کو سرکاری زبان قرار دینا۔ صوبائی قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے علماء و وکلاء پر مشتمل بورڈ کا قیام جہیز پر پابندی، جمعہ کے روز سرکاری تعطیل شامل ہیں۔ دلی مبارکباد پیش کرتا ہے اور ان کے لیے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیک عزائم میں کامیابی دے۔ نیز یہ اجلاس پاکستان کے دوسرے صوبوں کی صوبوں کی حکومتوں سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ صوبہ سرحد کی حکومت کے ان نیک اقدامات کی تقلید کرتے ہوئے اسلامی معاشرہ کے قیام و احیاء کے لیے کوشش کرے۔



★ جب مسلمان کو اخلاص اور توکل کے دو پَر لگ جاتے ہیں تو پھر وہ روحانیت کے آسمان پر اُڑنے لگتا ہے۔

★ دنیا میں سب طمع کے یار ہیں بے طمع کا یار صرف اللہ تعالیٰ ہے جو سب کچھ دیتا ہے اور کچھ نہیں لیتا۔ پھر بے طمع کے یار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ شفاعت کے بغیر چین نہیں لیں گے۔ یا پھر بے طمع کے یار اللہ والے ہیں باقی سب طمع کے یار ہیں۔ بیوی اولاد، برادری۔ برادری تو ایسی ہے کہ اپنے بدن کے گوشت کا قیمہ بنا کر اُن کو کھلا دیں تو بھی خوش نہ ہوں گے۔

★ موتی ملنے ارزاں مگر اللہ والے ملنے اس سے بھی گراں۔

★ اللہ والوں کے جُوتوں کی خاک میں وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاج میں نہیں ہوتے۔ یہ موتی قبر میں بھی ساتھ جائیں گے اور میدانِ حشر میں بھی

★ مسجدیں ہدایت کی منڈیاں ہیں، علماء ربانی دکاندار، دکان ان کا سینہ ہے۔ مال ہے قرآن، خریدار ہے مسلمان اور پونجی ہے ایمان جو خالص نیت سے ایمان خریدنے آتا ہے، خالی نہیں جاتا۔

(فرمودات حضرت مولانا احمد علیؒ)

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا عبوری آئین

گذشتہ سے پیوستہ (قسط ۷)

۱۰- کوئی وزیر گورنر کے نام اپنی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکتا ہے۔

۱۱- اس دفعہ کی اغراض کے لئے وزیر کی تعریف میں وزیر اعلیٰ شامل ہیں۔

۱۰۱-(۱) ہر صوبے کا گورنر کسی ایسے شخص کو ایڈووکیٹ جنرل مقرر کرے گا جو کسی ہائی کورٹ کا جج مقرر ہونے کا اہل ہو۔

(۲) ایڈووکیٹ جنرل کا یہ فرض ہوگا کہ وہ قانونی معاملات پر صوبائی حکومت کو مشورے دے اور قانونی نوعیت کے ان فرائض کو انجام دے جو گورنر وقتاً فوقتاً اسے سونپے یا ان کے بارے میں اس سے رجوع کرے۔

(۳) ایڈووکیٹ جنرل گورنر کی خوشنودی کے دوران اپنے عہدے پر فائز رہے اور اسے وہ مشاہرہ ملے گا جس کا تعین گورنر کرے۔

(۴) ایڈووکیٹ جنرل گورنر کے نام اپنی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکتا ہے۔

۱۰۴ (۱) صوبائی حکومت جو بھی انتظامی کارروائیاں کرے گی اس کا اظہار گورنر کے نام پر ہوگا۔

(۲) گورنر کے نام سے جاری ہونے والے احکامات اور دیگر تیار ہونے والی دستاویزات کی اس طرح توثیق کی جائے گی۔ جس طرح گورنر کے وضع کردہ قواعد میں ان کی تصریح ہو۔ اور کوئی حکم یا کوئی دستاویز جس کی اس طرح توثیق کی گئی ہو۔ اس پر اس وجہ سے اعتراض نہیں اٹھایا جائیگا کہ وہ حکم یا دستاویز گورنر کی وضع کردہ ہیں۔

صوبائی حکومت اور ان کے کام کی وزراء میں تقسیم اور حکومت کا کام آسانی سے چلانے کے لئے گورنر قواعد بنائے گا۔

۳- گورنر صوبائی حکومت کے کام کو زیادہ آسان بنانے کے لیے ضوابط بنائے گا اور اس کام کو وزراء میں تقسیم کرے گا۔

(۴) قواعد میں ایسی دفعات شامل ہوں گی۔ جس کے تحت وزیروں اور حکومت کے سیکریٹریوں کے لیے یہ لازمی ہو گا کہ وہ صوبائی حکومت کے معاملات کے بارے میں قواعد کی تصریحات کے مطابق تمام اطلاعات گورنر کو فراہم کریں یا گورنر یہ معلومات طلب کرے تو اسے پیش کرے۔

باب دوم

صوبائی مقننہ عمومی

۱۰۵۔ ہر صوبہ کے لیے ایک صوبائی مقننہ ہو گی۔ جو گورنر اور صوبائی اسمبلی پر مشتمل ہوگی

۱۰۶۔(۱) اِس دستور کے تحت پہلی صوبائی اسمبلیاں کے اختیارات اور طلبی کے آرڈر مجریہ ۱۹۷۲ء اور اس کے آئین کے تحت طلب کیے جائیں۔

(۲) ہر صوبائی اسمبلی اگر معینہ وقت سے پہلے ختم کر دی جائے تو اس آئین کے تحت اپنے پہلے اجلاس کی تاریخ سے ۵ سال تک برقرار رہے گی۔ اور اس سے زیادہ نہیں اور جب مذکورہ ۵ سال کی میعاد پوری ہو جاتے تو اسمبلی ختم ہو جاتے گی۔

۱۰۷۔(۱) ہر صوبے کی صوبائی اسمبلی کے ہر سال کم از کم دو اجلاس ہوں گے اور پہلے اجلاس کی آخری نشست میں اگلے اجلاس کے لیے مقرر کردہ تاریخ کے درمیان ۶ ماہ کی مدت کا وقفہ نہیں ہو گا۔

(۲) اِس دفعہ کے تحت گورنر وقتاً فوقتاً حسب ذیل امور انجام دے گا۔

(الف) صوبائی اسمبلی کے اجلاس کی ایسے وقت اور جگہ پر طلبی جسے وہ مناسب سمجھے۔

(ب) صوبائی اسمبلی کا التواء

(ج) صوبائی اسمبلی کا خاتمہ

(۳) عام انتخابات کے بعد صوبائی اسمبلی کا اجلاس انتخابی نتائج کے اعلان کے ۳۰ دن کے اندر اندر بلایا جائے گا۔

۱۰۸(۱) گورنر صوبائی اسمبلی سے خطاب کر سکے گا اور اس مقصد کے لیے اراکین کو شرکت کے لیے طلب کر سکے گا۔

(۲) گورنر کسی بجٹ طلب بل کے لیے یا کسی اور سلسلے میں صوبائی اسمبلی کو پیغام بھیج سکتا ہے اور صوبائی اسمبلی اپنی سہولت کے مطابق کسی بھی مسئلہ پر غور کرے گی۔

۱۰۹۔ ہر وزیر اور ایڈووکیٹ جنرل کو صوبائی اسمبلی کی کارروائی میں حصہ لینے یا صوبائی اسمبلی کی جانب سے اسے کمیٹی کا رکن مقرر کرنے پر حصہ لینے کا حق ہوگا۔ مگر وہ ووٹ نہیں دے سکے گا۔

۱۱۰۔(۱) ہر صوبائی اسمبلی جلد سے جلد اپنے دو اراکین کو اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کی حیثیت سے منتخب کرے گی۔

اور اگر اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کا عہدہ خالی ہو جائے تو کسی دوسرے ممبر کو اسپیکر اور اسی طرح ڈپٹی اسپیکر منتخب کرے گی۔

(۲)۔ اسپیکر، ڈپٹی اسپیکر کی حیثیت سے عہدہ سنبھالنے سے قبل ان عہدوں کے لیے منتخب ہونے والے اراکین، بالترتیب گورنر اور اسپیکر کے سامنے اپنے عہدے کا وہ حلف اٹھائے گا جو شیڈول (۲) میں اس کے لیے مختص ہے۔

(۳) اگر کسی وقت اسپیکر کا عہدہ خالی ہو یا اسپیکر غیر حاضر ہو یا بیماری یا دیگر کسی وجہ سے اپنے فرائض ادا کرنے کے قابل نہ ہو تو ڈپٹی اسپیکر، اسپیکر کی حیثیت سے کام کرے گا۔ سوائے اس کے اگر کسی وقت ڈپٹی اسپیکر بھی غیر حاضر یا علالت یا دیگر کسی وجہ سے بطور اسپیکر کام کرنے کے قابل نہ ہو تو اسمبلی کے قواعد کار کے مطابق کوئی ممبر اسمبلی کے اسپیکر کی حیثیت سے کام کرے گا۔

(۴) اسپیکر گورنر کے نام اپنی تحریر کے ذریعہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکتا ہے۔

(۵) ڈپٹی اسپیکر، اسپیکر کے نام اپنی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکتا ہے۔

(۶) اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر کا عہدہ خالی ہو جائے گا۔ اگر

(الف) وہ اسمبلی کا رکن نہ رہے یا

(ب) اسے اسمبلی کی ایک قرارداد کے ذریعہ عہدے سے ہٹا دیا جائے۔ اسی قرارداد کا نوٹس کم سے کم ۱۴ دن پہلے دیا جائے گا اور اس کی منظوری اسمبلی کے کل ارکان میں سے اکثریت کے ذریعے ضروری ہو گی۔

(۷) جب کبھی اسمبلی توڑ دی جائے تو اسپیکر اپنا عہدہ خالی نہیں کرے گا تاوقتیکہ آئندہ اسمبلی کا اس عہدے کا منتخبہ شخص اپنے عہدے پر فائز نہ ہو جائے۔

(۸) اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کی تنخواہ، الاؤنس اور دیگر مراعات اتنی ہی ہوں گی

جس کا تعین وقتاً فوقتاً صوبائی اسمبلی قانون کے ذریعے کرے گی اور جب تک تعین نہ ہو جائے تو گورنر تعین کرے گا۔

۱۱۰(۱) اس دستور کے تحت تحفظ کے علاوہ صوبائی اسمبلی میں تمام سوالات کا تعین ووٹنگ کے وقت موجودہ اراکین کی اکثریت کے ووٹ سے ہو گا۔ مزید برآں برابر ہونے کی صورت میں اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر یا اس کی جگہ کام کرنے والا شخص ابتدائی ووٹنگ میں حصہ نہیں لے گا۔ لیکن ووٹ برابر ہونے تو اپنا فیصلہ کن ووٹ استعمال کرے گا۔

(۲) کسی صوبائی اسمبلی کو اس بات کے باوجود کارروائی کا اختیار ہو گا کہ اس میں کسی رکن کی نشست خالی ہو، اور اسمبلی کی کارروائی اس وقت بھی جائز ہو گی اور درست متصور ہو گی جب بعد میں پتہ چلے کہ اس کارروائی میں ایسا شخص شامل تھا جو کارروائی میں حصہ لینے یا دوسرے کسی طریقہ سے حصہ لینے کا مجاز نہ تھا۔

(۳) کسی صوبائی اسمبلی کے اجلاس میں *کسی وقت اسمبلی کے کل ارکان کے ایک تہائی سے کم ممبر حاضر ہوں تو تو اسپیکر یا اسپیکر کی طرح کام کرنے والے شخص کا یہ فرض ہو گا کہ وہ یا تو اسمبلی ملتوی کرے یا اجلاس کو معطل کرے تاوقتیکہ کم سے کم ایک تہائی ارکان حاضر ہو جائیں۔

صوبائی اسمبلی کے ممبروں سے متعلق دفعات

۱۱۲ وہ شخص جو صوبائی اسمبلی کا رکن ہو اس وقت تک صوبائی اسمبلی کے اجلاس میں نہ تو بیٹھ سکتا ہے اور نہ ہی ووٹ دے سکتا ہے۔ جب تک کہ وہ گورنر کے سامنے وہ حلف نہ اٹھائے جو اس کے لیے شیڈول (۲) میں مختص ہے۔

۱۱۳- (۱) اگر ایک صوبائی اسمبلی کا رکن
(الف) اگلے آرٹیکل کے مطابق ان نا اہلیتوں کی زد میں آتا ہے۔ جنکا ذکر آئندہ دفعہ میں کیا گیا ہے یا
(ب) گورنر کے نام اپنی تحریر کے ذریعہ اپنی نشست سے مستعفی ہو جائے
تو اس کی نشست اس کے بعد خالی ہو جائے گی۔

(۲) اگر کسی صوبائی اسمبلی کا کوئی رکن اسمبلی کی اجازت کے بغیر اس کے تمام اجلاس سے ساٹھ دن تک غیر حاضر رہے تو اسمبلی اس کی نشست کو خالی قرار دے سکتی ہے۔

بشرطیکہ اس مدت کا حساب لگاتے ہوئے ان دنوں کو شمار نہ کیا جائے جب اسمبلی طویل مدت کے لیے ملتوی ہو گئی ہو یا اس کا التواء مسلسل چار دن تک رہے۔

۱۱۴-(۱) کوئی شخص کسی صوبائی اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کے لیے نااہل ہو جائے گا اگر:۔

(الف) وہ مخبوط الحواس ہو اور کوئی عدالت مجاز اس کے بارے میں ایسا فیصلہ دے دے۔

(ب) وہ دیوالیہ ہو اور اس نے ادائیگیاں نہ کی ہوں یا

(ج) ۲۸ دسمبر ۱۹۴۱ء کے بعد اسے کسی جرم میں کسی بھی میعاد کے لیے عمر قید کی سزا دی گئی ہو۔ تو جب تک اس کی رہائی کے بعد پانچ سال کی میعاد یا ایسی کم میعاد جس کی صدر کسی خاص معاملے میں اجازت دیں نہ گذر جائے۔

(د) اسے پاکستان کی سروس سے حکم عدولی کی بناء پر برطرف کر دیا گیا ہو تو جب تک اس برطرفی کے بعد پانچ سال یا اس سے کم وہ میعاد جو کسی خاص معاملہ میں صدر مقرر کریں نہ گذر جائے۔

(ہ) وہ خود یا کسی شخص کی معرفت یا ایسے اشخاص کی معرفت جن کو اس نے تولیت سونپی ہو یا غیر منقسم ہندو خاندان کے رکن کی حیثیت سے اس کا ایسے ٹھیکے میں حصہ یا مفاد ہو جو حکومت کی کسی سروس کیطرف سے تعمیر کے لیے سامان کی فراہمی کے لیے کیا گیا ہو۔ سوائے اس کنٹریکٹ کے جو کسی امداد باہمی کی سوسائٹی اور حکومت کے درمیان ہو۔

مذکورہ بالا پیراگراف کے تحت نااہلیت کا اطلاق حسب ذیل پر نہیں ہو گا۔

(i) جب کہ اسے کنٹریکٹ میں حصہ یا مفاد موروثی طور پر ملے یا جانشینی کی وجہ سے ملے یا قانونی کارروائی کے نتیجے میں ملے تو جب تک اس حصہ یا مفاد کے ملنے پر ۶ مہینے نہ گذر جائیں یا صدر کسی خاص معاملے میں اس سے زیادہ مدت مقرر کریں اور وہ نہ گذر جائے یا

(ii) وہ شخص کمپنیز ایکٹ مجریہ ۱۹۱۳ء کے مطابق کسی سرکاری کمپنی میں حصہ دار کی حیثیت سے شامل ہوا ہو لیکن کمپنی کا ڈائریکٹر نہ ہو اور نہ ہی وہ مینجنگ ایجنٹ کی حیثیت سے کوئی عہدہ رکھتا ہو۔

(iii) وہ غیر منقسم ہندو خاندان کا رکن ہو اور کسی ٹھیکے میں اس کا کوئی رکن حصہ دار ہو لیکن اس کا اپنا کوئی حصہ نہ ہو

(و) وہ پاکستان کی سروس میں کسی ایسی جگہ ملازم ہو جو کل وقتی ملازمت نہ ہو اور جس کا معاوضہ تنخواہ یا فیس کی صورت میں نہ لیا جاتا ہو۔

اس دفعہ کا اطلاق ان عہدوں پر نہیں ہو گا۔

(i) صدر کا عہدہ (ii) نائب صدر کا عہدہ
(iii) گورنر کا عہدہ (iv) صدر کے وزراء کی کونسل کا عہدہ (v) وزیر مملکت کا عہدہ۔
(vi) صدر کے مشیر کا عہدہ
(vii) گورنر کی وزارتی کونسل کے رکن کا عہدہ
(viii) گورنر کے مشیر کا عہدہ
(ix) صدر کے خصوصی مددگار کا عہدہ جبکہ وہ کوئی ایسا شخص نہ سنبھالے جو مستقل سروس کا رکن ہو۔
(x) کسی بیرونی ملک میں پاکستان کے سفیر کا عہدہ جب کہ وہ ایک مستقل سروس کے رکن نے نہ سنبھالا ہو۔
(xi) نمبردار، انعام دار، سفید پوشی اور ذیلدار کا عہدہ، خواہ انہیں اس خطاب سے یا کسی اور خطاب سے یاد کیا جاتا ہو۔
(xii) مسلح افواج کے ریزرو خواہ ان کی کسی طرح بھی وضاحت کی جائے۔
(xiii) رضاکار
(xiv) ایسے عہدہ پر فائز کوئی شخص جسے بربنائے عہدہ فوجی تربیت یا فوجی ملازمت کے لیے کسی قانون کے تحت کسی فورس کی تنظیم کے سلسلہ میں طلب کیا جائے۔
(xv) ایسا کوئی عہدہ جسے وفاقی مقننہ کے تحت یہ قرار دیا جائے کہ اس پر فائز شخص قومی اسمبلی یا صوبائی اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کے لیے نااہل ہو گا۔

(۲) شبہ دور کرنے کے لیے یہاں اس بات کی وضاحت کی جاتی ہے کہ سپریم کورٹ کا کوئی جج یا کسی ہائی کورٹ کا کوئی جج آڈیٹر جنرل اور ایڈووکیٹ جنرل وہ اشخاص ہیں جو پاکستان کی سروس میں نفع بخش عہدوں پر فائز ہیں۔

باقی آئندہ

مشاہیر علمائے سرحد کی علمی و سیاسی خدمات

از — قاری فیض الرحمٰن ایم اے
ایبٹ آباد

علمائے بٹگرام۔ ضلع ہزارہ

مولانا کاظم شاہ صاحب (مرحوم)

۱۸۶۰ — ۱۹۲۲ء

ولادت مولانا ۱۸۶۰ء میں بٹگرام ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم "الائی"، "بٹکول"، اور ننذیاڑ کے مختلف مدرسوں میں پائی۔ اُس وقت مکاتب مساجد میں ہوا کرتے تھے۔ آپ اپنے علاقہ کے مشہور عالم دین تھے۔ آپ سے سینکڑوں طلبہ نے فیض حاصل کیا اور اب تک ان کے شاگرد ملک میں موجود ہیں۔ آپ اپنے علاقہ کے مشہور قاری قرآن تھے۔ علوم دینیہ کی تدریس کے ساتھ علم تجوید و قرأت کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ مشتاقانِ تجوید و قرأت آکر آپ سے استفادہ کرتے تھے۔

وفات آپ ۱۹۲۲ء میں رحلت فرما گئے، آپ کی آرامگاہ "بٹگرام" ہی میں ہے۔

اولاد آپ کے دو بیٹے مولانا عبدالحق صاحب اور مولانا اسرائیل صاحب ہیں۔ یہ دونوں حضرات بھی اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے علمی خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ آئندہ سطور میں ان کا تفصیلی تذکرہ پیش کرتے ہیں۔

مولانا عبدالحق صاحب

ولادت آپ مولانا کاظم شاہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ ۱۹۱۰ء میں "بٹگرام" میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد ملک کے مختلف مکاتب و مساجد میں پڑھتے رہے۔ حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ کے گاؤں اچھڑیاں میں بھی پڑھتے رہے۔

۱۹۳۰ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند کا رُخ کیا۔ اسی سال وہاں داخل ہو گئے۔ باقی ماندہ کتب کی تکمیل کر کے ۱۹۳۶ء میں دورۂ حدیث پڑھا

تدریسی خدمات فراغت دیوبند کے بعد اسی سال مدرسہ "اشاعت العلوم"، بانس بریلی، یو پی انڈیا میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ ایک سال تک یہاں تدریس کی، پھر رنگون، (برما) تشریف لے گئے۔ اور وہاں ایک مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دینے لگے۔ ۱۹۴۰ء میں واپس اپنے وطن لوٹے، اور اس وقت سے لے کر اب تک اپنے علاقہ بٹگرام کے مرکزی مقام "گردلی بازار"، میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بٹگرام میں آپ نے ایک دارالعلوم "مظاہر الحق"، قائم کیا ہے۔ اس مدرسہ میں آپ کے علاوہ تین اور مدرس پڑھا رہے ہیں۔ مدرسہ کا انتظام اور اہتمام آپ ہی کے سپرد ہے۔

مولانا محمد اسرائیل صاحب

ولادت آپ مارچ ۱۹۲۱ء میں "بٹگرام" میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی مولانا عبدالحق صاحب سے حاصل کی۔

۱۳ سال کی عمر میں اپنے بڑے بھائی مولانا عبدالحق صاحب کے ساتھ دارالعلوم دیوبند جا کر داخلہ لیا۔ جماعت مخصوصہ میں داخلہ کی اجازت ملی۔ جماعت مخصوصہ میں اساتذہ کرام کے صاحبزادگان شریک ہوتے تھے۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے آپ نے حضرت مولانا محمد رسول خان صاحبؒ سے کنز الدقائق اور مولانا اعزاز علی صاحبؒ سے شرح جامی اور ہدایہ پڑھا۔ متواتر آٹھ سال تک دیوبند میں رہ کر تکمیل کی۔ دورۂ حدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھا۔ ۱۳۶۱ھ میں سندِ فراغت حاصل کی۔

آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت مدنیؒ کے علاوہ حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ، حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ، مولانا میاں اصغر حسین صاحبؒ، مولانا عبدالجلیل صاحب، مولانا ظہور احمد صاحب، مولانا قاری محمد طیب صاحب، حضرت علامہ شمس الحق صاحب افغانی اور مولانا نافع گل عبدالحق صاحب قابلِ ذکر ہیں۔

تجوید و قرأت کی تعلیم قاری عتیق الرحمٰن صاحب دیوبندی سے حاصل کی۔

اسی سال آپ نے اورینٹل کالج فتح پوری دہلی مولوی فاضل کلاس کا داخلہ لیا اور پنجاب یونیورسٹی سے "مولوی فاضل"، کا امتحان پاس کر لیا۔

فراغت کے بعد شعیب محمدیہ اینگلو اورینٹل کالج آگرہ (انڈیا) میں درجۂ حدیث کے استاذ کی حیثیت سے پڑھانا شروع کیا۔ صبح کی نماز کے بعد شوز مارکیٹ آگرہ کی مسجد میں ایک گھنٹہ روزانہ درسِ قرآن کریم دیتے رہے۔

تبلیغی خدمات تبلیغی جماعت آگرہ کے چھ سال تک امیر رہے۔ بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور دیگر بزرگوں۔ مولانا محمد یوسفؒ مولانا محمد منظور نعمانیؒ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی معیت میں ملک میں گشت کئے۔ اور جلسوں میں شرکت کی۔ جولائی ۱۹۴۷ء کو چھٹی پر وطن آئے۔ اگست ۱۹۴۷ء کو ملک تقسیم ہو گیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک درس و تدریس اور تبلیغی جماعت کے ساتھ نکلنا آپ کا مشغلہ ہے۔ آپ مدرسہ مظاہر الحق بٹگرام میں درسِ حدیث دیتے ہیں۔ گورنمنٹ ہائی سکول بٹگرام میں، او، ٹی استاذ کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں تحصیل بٹگرام کی بڑی مسجد کے خطیب ہیں۔ جمعیۃ کے بزرگوں سے انتہائی عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔

مولانا عبدالجبار صاحب بٹگرامی

آپ ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ ۱۹۳۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ وہاں سے فراغت کے بعد اپنے وطن لوٹا

آئے۔ ان دنوں آپ مقام "بجنہ" کے خطیب ہیں۔ جامع مسجد بجنہ میں درس و تدریس میں معروف نظر آتے ہیں۔ بجنہ کی جامع مسجد آپ ہی کی مخلصانہ کوششوں سے تعمیر ہوئی ہے۔ بٹگرام اور بجنہ دونوں جگہ میں ان کی جائیداد ہے۔ ان کے بڑے لڑکے قاضی عبدالباری ایڈووکیٹ ہیں۔ جو مانسہرہ اور بٹگرام میں پریکٹس کرتے ہیں۔

مولانا سید محمود صاحب بٹگرامی

ولادت آپ ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی۔ پھر اپنے علاقہ کے مختلف مکاتب میں تعلیم پاتے رہے۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ ۱۹۳۸ء میں وہاں داخلہ لیا اور ۱۹۴۲ء میں وہاں سے سندِ فراغت حاصل کی۔ فراغت دیوبند کے بعد امام الاولیا شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ترجمہ قرآن کریم اور تفسیر پڑھی۔ پھر مدرسہ انوارالاسلام، مسجد بکن خاناں ڈھل محلہ اندرون موچی گیٹ میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے، اس وقت سے لے کر اب تک اسی مدرسہ میں پڑھا رہے ہیں۔ اور مسجد بکن خان کے خطیب ہیں۔ لاہور میں آپ کے شاگردوں کا سلسلہ کافی وسیع ہے۔

مولانا برہ خان صاحب

ولادت آپ ۱۹۰۲ء میں تحصیل بٹگرام کے ایک گاؤں "ککڑ شنگ" میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے علمائے کرام سے حاصل کی۔ پھر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ ۱۹۲۴ء میں وہاں داخل ہوئے اور وہاں چار سال رہ کر ۱۹۲۸ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد حج کے لئے چلے گئے، پھر وطن آئے۔ اور درس و تدریس کے سلسلہ میں مصروف ہو گئے۔ لاہور اور راولپنڈی میں بھی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے لیکن آج کل اپنے گاؤں "ککڑ شنگ" میں مقیم ہیں۔ اور تدریس میں مشغول ہیں۔

مولانا غلام ربانی صاحب

ولادت و تعلیم آپ ۱۹۰۳ء میں مقام "گٹر ننگ" علاقہ الائی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ نے سوات کا سفر کیا۔ آپ فارسی اور پشتو زبان کے شاعر بھی ہیں۔ زمانہ طالب علمی سے علم طب سے لگاؤ تھا۔ چنانچہ آپ نے علوم دینیہ کے ساتھ علم طب کی بھی تحصیل کی۔ آپ مطب بھی کرتے ہیں۔

آپ سلسلہ نقشبندیہ میں سید پور (آزاد کشمیر) کے پیر صاحب کے خلیفہ ہیں۔ اپنے اصلی وطن گٹر ننگ سے موضع "ککڑ شنگ" میں مقیم ہو گئے ہیں۔ آپ اچھے عالم اور صوفی ہیں۔

تصنیفی خدمات آپ چند کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔

(۱) ترجمۂ نماز (۲) الاسماء الحسنیٰ (۳) انفاس معرفت۔ یہ کتابیں طبع ہو چکی ہیں "مولوی صاحب گرلانگ" کے نام سے مشہور ہیں۔

مولانا محمد ایوب صاحب

پیدائش آپ ۱۹۱۲ء میں بمقام "تندول" الائی میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے وطن الائی اور "بازار جیسول" تھانہ بٹگرام میں پائی ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اور وہاں داخلہ لے لیا۔ تین سال وہاں رہ کر تکمیل کی۔ اور سندِ فراغت حاصل کی۔

تدریسی خدمات فراغت کے بعد دو سال تک احمد آباد (بھارت) میں پڑھاتے رہے۔ پھر وطن واپس آئے۔ اور مقام تیلوس میں مقیم ہو گئے۔ آپ ۳۰ سال سے درس و تدریس میں مصروف ہیں سینکڑوں طلبہ نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ باقی فنون کے علاوہ احادیث مقدسہ کی تحصیل کے لئے طلبہ ہر وقت آپ کے درس میں رہتے ہیں۔

مولانا سیف الرحمٰن صاحب (مرحوم)

پیدائش آپ تحصیل بٹگرام کے ایک گاؤں "بٹکول" میں ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کی درسگاہوں میں پائی۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ مدرسہ رحمانیہ اہل حدیث دہلی میں داخل ہو گئے ۱۹۳۹ء میں وہاں سے سندِ فراغت حاصل کی اور پھر آگرہ کے ایک مدرسہ میں مدرس ہو گئے۔ چار سال تک وہاں پڑھاتے رہے ۱۹۴۴ء میں آپ آگرہ سے واپس آ گئے اور مقام "بانکوٹ میرا" ریاست سوات میں امام اور مدرس ہو گئے۔ چار سال وہاں درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ چلتا رہا۔ پھر اپنے آبائی گاؤں "بٹکول" واپس آ گئے۔ آپ اچھے مدرس عالم ہونے کے ساتھ ایک اچھے مقرر اور مناظر بھی تھے۔ علماء کی مجلس میں جب کبھی شریک ہوتے تو کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ بحث کیلئے پیش کر دیتے کہ جس سے مناظرہ شروع ہو جاتا۔ پھر خوب محظوظ ہوتے۔ بڑے حاضر جواب اور نہایت ذہین عالم تھے۔ درس اتنا اچھا دیتے تھے کہ دور دراز سے طلبہ کشاں کشاں آپ کے سلسلۂ درس میں آ کر شریک ہوتے تھے۔

وفات آپ ۱۹۶۹ء میں وفات پا گئے اور بٹکول کے قبرستان میں سپردِ خاک کئے گئے۔

مولانا قاضی ولی داد صاحب

پیدائش آپ ۱۹۰۱ء میں بمقام "نیر" الائی میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے مکاتب و مساجد میں ہوئی۔ تکمیل ضلع ہزارہ، سوات اور پشاور کے مکاتب میں ہوئی۔ آپ بڑے مجاہد اور مبلغ ہیں۔ بدعات کا قلع قمع کرنے اور رسوم بد کو بیخ و بن سے اکھاڑنے میں آپ کو خاص مہارت حاصل ہے۔ قبر پرستی اور دوسری رسوم بد میں جو لوگ مبتلا ہیں۔ آپ ان کے پاس جا کر تبلیغ کرتے ہیں۔ اور اس باب میں کسی نرمی کے روادار نہیں بلکہ منکر کو مٹانے میں "فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ" پر عمل کرتے ہیں۔ ۱۹۴۸ء کے جہاد کشمیر اور ۱۹۶۵ء کے جہاد میں تبلیغ کر کے بہت سے لوگوں کو جہاد کے لئے تیار کیا تھا۔ اکثر سفر میں رہ کر تبلیغ کرتے ہیں۔ ان دنوں بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے اپنے گاؤں "نیر" میں مقیم ہیں، اور طلبہ کو درس دینے میں مصروف رہتے ہیں۔

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لیے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں آنا ضروری ہیں۔

اسلامی سیاست

تصنیف: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
قیمت: ساڑھے تین روپے
ناشر: مکتبہ زکریا شہزادی بلڈنگ شاہ عالم ارکیٹ لاہور

متحدہ ہندوستان میں جب تحریکِ آزادی پورے شباب پر تھی اور مختلف جماعتیں اپنے اپنے انداز کے مطابق خدمات انجام دے رہی تھیں تو بعض کم ظرف لوگ مختلف شخصیات کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کرنے لگے اور سیاسی اختلاف کے باعث بڑی بڑی شخصیتوں کی عظمت مجروح ہونے لگی ان دنوں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی نے الاعتدال فی مراتب الرجال کے عنوان سے ایک جامع کتاب پیش کر کے مختلف الخیال افراد اور جماعتوں کو راہِ اعتدال اختیار کرنے کی دعوت دی۔

اسلامی سیاست کے عنوان سے یہی کتاب نئے انداز اور نئے اسلوب کے ساتھ سفید کاغذ پر شائع کی گئی ہے۔

جماعتی عصبیت اور سیاسی اختلافات سے جلد متاثر ہونے والے افراد خصوصاً اور ان کے ساتھ فکری و نظری وابستگی رکھنے والے حضرات کے لیے عموماً اس کا مطالعہ بہت مفید ہو گا۔

مسلمان خاوند مسلمان بیوی

تصنیف: مولانا محمد ادریس انصاری
قیمت: تین روپے
ناشر: حافظ خیر محمد حافظ نور محمد تاجران کتب غوث پارک نزد پولیس چوکی سنگھ پورہ گھوڑے شاہ روڈ، لاہور

میاں بیوی کے بارے میں اسلام کیا رہنمائی کرتا ہے۔ مردوں اور عورتوں کو زندگی بسر کرنے کے لیے کتاب و سنت کے مطابق کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے؟

نیز غیر اسلامی رسم و رواج جہیز شادی بیاہ کی رسوم وغیرہ سے نجات پانے کے لیے کیا کیا اصلاحی قدم اٹھانا چاہیئے؟ اس موضوع سے متعلق معلومات افزا کتاب شائع کی گئی ہے۔ "مسلمان خاوند و مسلمان بیوی" نامی کتاب ازدواجی تعلقات کو درست رکھنے اور گھریلو تنازعات سے بچنے کے لیے بھی مفید ہو سکتی ہے۔

آیت کریمہ

۱۵ر جون بروز جمعرات مطابق ۲ر جمادی الاوّل بروز جمعرات بعد از مجلس ذکر جامع مسجد شیرانوالہ میں آیت کریمہ پڑھی جائے گی۔ (محمد اشرف)

جانشینِ شیخ التفسیرؒ کا دورۂ پشاور

بتاریخ ۱۸ر جون ۷۲ء بروز اتوار صبح دس بجے بذریعہ جہاز پشاور تشریف لا رہے ہیں — پروگرام مندرجہ ذیل ہے:

۱۱ بجے صبح تا ۱۲ بجے۔ سلسلہ ملاقات
۲ بجے تا ۵½ بجے سلسلہ بیعت و اسباق
بعد نماز عصر مسجد بھوڑگراں چوک ناصر خاں میں درس قرآن ہو گا۔

خادم حضرت الشیخ لاہوریؒ محمد یعقوب القاسمی پشاور

● آپ کو غالباً علم ہو چکا ہو گا کہ حضرت مولانا عبد الجبار صاحب رحمہ اللہ مہتمم مدرسہ تعلیم النساء چشتیاں ۱۱ ربیع الاول ۲۵ر مئی ۷۲ء کو اس دار فانی سے دار بقا کو رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تعلیم النساء چشتیاں جو مسلمان بچیوں کو اسلامی تعلیم و تربیت کے لیے مثالی ادارہ ہے آپ اس مدرسہ کے بانی تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آں مرحوم کو غریق رحمت فرمائے اور جنت الفردوس میں اپنے مقربین میں شامل فرمائے۔ آپ کے پسماندگان میں چار لڑکے اور ایک دختر نیک اختر ہے۔

(محمد صالح مدرس مدرسہ تعلیم النساء چشتیاں)

بچوں کا صفحہ

دودھ میں برکت

جناب کمال الدین صاحب

پیارے بچو! آج کی فرصت میں ہم آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے دودھ کی برکت کا معجزہ سناتے ہیں۔

ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ بھوک کے مارے کبھی ایسا ہوتا کہ میں جگہ تھام کے رہ جاتا۔ اور زمین پر گر جاتا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ پیٹ پر پتھر باندھ لیتا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں سرِ راہ آ بیٹھا جہاں سے لوگ آیا جایا کرتے تھے — حضرت ابوبکرؓ آئے اور میں نے ان سے قرآن کی ایک آیت کی بات دریافت کیا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ شاید وہ مجھے کچھ کھلا بھی دیں گے مگر وہ یونہی چلے گئے۔ پھر حضرت عمرؓ آ نکلے۔ ان سے بھی ایک آیت کا مطلب پوچھا غرض وہی تھی کہ وہ بھی کچھ کھانے کو دیں گے وہ بھی یونہی چلے گئے اتنے میں ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا۔ میرے چہرے کو تاڑ لیا۔ ارشاد فرمایا۔ ابوہریرہؓ ساتھ چلے آؤ۔ میں پیچھے پیچھے ہو لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں گئے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے میں دودھ دیکھا۔ گھر والوں نے حضورؐ کو اس شخص کا نام بتایا۔ جس نے دودھ کا ہدیہ بھیجا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ ابوہریرہؓ جاؤ۔ اہلِ صفہ کو بلا لاؤ۔ اہلِ صفہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا کوئی گھر بار نہ ہوتا، جن کو کسی شخص کا کوئی سہارا نہ ہوتا۔ یہ اضیاف الاسلام کے مہمان ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک یہ تھی کہ کوئی صدقہ آتا تو سب کا سب ان کو دے دیتے تھے اور ہدیہ آتا تو ان کو اپنے ساتھ شامل فرما لیتے۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے سمجھا اہلِ صفہ میں اس دودھ کی حقیقت کیا ہو گی۔ اگر مجھے مل جاتا مجھ میں کچھ سکت آ جاتی۔ اب دیکھئے اس میں سے کچھ ملتا بھی ہے یا نہیں۔ یہی خیالات تھے اور اطاعتِ خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بغیر کچھ چارہ کار نہ تھا۔ میں سب کو بلا لایا۔ آ کر بیٹھ گئے مجھے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ ابوہریرہؓ یہ پیالہ لو اور سب کو پلاؤ۔ میں نے پیالہ لے لیا اور ہر ایک کو دیتا جاتا تھا۔ جب ایک شخص پی پی کر سیراب ہو جاتا تب میں دوسرے کو وہی پیالہ دیتا تھا۔ اسی طرح سب سیر ہو گئے تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیالہ پیش کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ لے کر اسے دستِ مبارک پر رکھ لیا مجھے دیکھا اور مسکرائے۔ فرمایا۔ ابوہریرہؓ! اب تو میں رہ گیا ہوں یا تو رہ گیا۔ فرمایا۔ حضورؐ! سچ ہے۔ فرمایا اچھا اب تو پی لے۔ میں بیٹھ گیا اور میں نے دودھ پی لیا۔ فرمایا اور پیو۔ میں نے اور پیا۔ پھر حضورؐ یہی فرماتے رہے پیو، پیو۔ آخر میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اب تو گنجائش بالکل نہیں رہی۔ فرمایا۔ لاؤ پیالہ۔ میں نے پیش کیا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ کا شکر کیا۔ بسم پڑھی اور پیالہ ختم کر دیا۔ (بخاری کتاب الرقاق)

یہ حدیث تو ایک ہے لیکن آیات و علاماتِ نبوت کی اتنی جامع ہے کہ دودھ کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ پیالہ کتنا بڑا تھا؟ ابوہریرہؓ کہتے ہیں صرف ایک آدمی کے پی لینے کا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی سی خوراک پر ان سب کو بلا لیتے ہیں جو گھر بار کو تج کر جو اہل و عیال کو چھوڑ کر، جو مال و منال سے منہ موڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے تھے۔ یہ حالات تو اخلاقِ محمدی کے مظہر ہیں۔

غور کیجئے کہ ہر ایک شخص نے سیر ہو ہو کر دودھ پی لیا اور پیالہ پھر بھرا کا بھرا رہ گیا۔ ابوہریرہؓ نے تو یہاں تک پیا کہ حلف کرنا پڑا کہ اب گنجائش ہی نہیں رہی۔

کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اس پیالہ کو کوئی بڑی سے بڑی تعداد ختم کر سکتی تھی؟ ہرگز نہیں۔ لاکھ ہوتے تو کیا سب ہی اس سے سیراب ہو سکتے تھے۔ اس پیالہ کو ختم کرنے کی طاقت بھی اسی میں تھی جس کی برکت سے وہ چیز سب کے لیے کفایت کر گئی۔

حدیث پر مکرر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ ہاتھ میں لے کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ یہی وہ چیز ہے جو تعلیم نبوت کی روحِ رواں ہے۔

بقیہ: احادیث الرسولؐ

اس کو ایسے کلماتِ ذکر کا انتخاب کرنا چاہیے۔ جو معنوی لحاظ سے زیادہ فائق اور وسیع تر ہوں۔ جیسے کہ ان دونوں حدیثوں میں مذکور ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عہدِ نبویؐ میں تسبیح کا رواج تو نہیں تھا۔ لیکن بعض حضرات اس مقصد کے لیے گٹھلیاں یا سنگریزے استعمال کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا۔ ظاہر ہے کہ اس میں اور تسبیح کے دانوں کے ذریعہ شمار میں کوئی فرق نہیں بلکہ تسبیح دراصل اسی کی ترقی یافتہ اور سہل شکل ہے۔ جن حضرات نے تسبیح کو بدعت قرار

ص ۶ دیا ہے۔ بلاشبہ انہوں نے شدت اور غلو سے کام لیا ہے۔

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۲۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری G/۱۹۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری T.B.C ۴۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چھٹی نمبری ۲۹/۹/۶۷-۲-۹ D ۵ مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G M ۲/۲۰-۵۲۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

صحت وصفائی

حکیم محمد سعید دہلوی

گذشتہ سے پیوستہ

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ ہدایات اُس دَور میں جاری ہوئیں کہ جب سارا عرب بنجر اور بے آب وگیاہ تھا، پانی کی قلت تھی، کوئی سہولت میسر نہ تھی۔ ایسے شدید حالات میں اگر پاکیزگی اور طہارت کی ہدایات نظرانداز ہو جاتیں تو کوئی تعجب نہ ہوتا لیکن اسلام نے ایسا نہیں کیا۔ پانی کی شدید کمیابی کے باوصف اس نے غسل پر زور دیا ہے۔ دن میں پانچ بار وضو کو لازمی قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں صفائی اور طہارت کو کس درجہ اہمیت حاصل ہے۔

اسلام کی ایک یگانہ خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر نیک اور اچھا کام عبادت ہے۔ راستے کو جھاڑ جھنکار سے صاف کر دینا، ناپاکی اور نجاست کو صاف کر دینا، غلاظت اور کوڑے کرکٹ سے نہ صرف خود دامن بچانا بلکہ دوسروں کے لیے بھی یہی چاہنا اور اس سلسلے میں امکانی خدمت کرنا، یہ سب نیک اور اچھے کام ہیں۔ لہٰذا بلاشبہ یہ عبادت کے ذیل میں آتے ہیں۔ اسلام ہر نیک اور اچھے کام کی ہمت افزائی کرتا ہے۔ اسی میں صفائی، پاکی اور طہارت بھی شامل ہے۔

جیسا کہ میں نے شروع میں کہا ہے۔ اسلام کی بہت سی چیزیں دوسری قوموں اور ملتوں نے اپنا لی ہیں۔ ذہنی، موروثی اور سماجی تعصبات کے باعث اسلام قبول کرنا تو ان کے لیے آسان نہیں ہے لیکن اسلام کے اعلا اور مفید اصولوں کو نظرانداز کرنا کسی کے لیے ممکن نہیں۔ لہٰذا اسلام کے زرّیں اصولوں کو انھوں نے اپنانا شروع کیا اور اس کے بہترین ثمرات و نتائج سے ساری اقوامِ عالم آج بھی بہرہ ور ہو رہی ہیں۔

مسلمان قوم کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ اس قوم کے مذہب نے جن باتوں کی تلقین کی انھیں اس نے نظامِ زندگی کا غیر منفک حصہ بنا لیا۔ اگر آپ نے دنیا کی سیاحت کی ہے اور دوسرے ممالک اور اسلامی ممالک کے طرزِ زندگی کو تقابلی نقطۂ نظر سے دیکھا اور پرکھا ہے۔ تو ضرور آپ نے محسوس کیا ہو گا۔ کہ مسلمان کتنے ہی پسماندہ ہوں، دولت و اثرات کے اعتبار سے بے مایہ ہوں، غربت اور فلاکت کے شکار ہوں، مگر جو چیزیں ان کے مزاج میں اسلامی تعلیم و تلقین کے باعث رچ بس گئی ہیں۔ دوسرے لوگ وسائل وذرائع کی فراوانی کے باوجود ابھی ان تک نہیں پہنچ سکے ہیں۔

اگر آپ نے کلاسیکی لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے اور مختلف قوموں اور ملتوں کے کلاسیکی ادب پر آپ کی نظر ہے تو بلاشبہ آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ مسلمانوں کی محفلیں اور مجلسیں اُن کے خلوت خانے اور جلوت کدے، اُن کی حویلیاں اور غریب خانے، اُن کے محلات و قصور اور کلبۂ احزان اپنی صفائی اور پاکیزگی کے اعتبار سے یکتا اور منفرد تھے۔ اور اب بھی وہ کسی نہ کسی حد تک اس خصوصیت کو قائم رکھتے ہوتے ہیں۔ صاف ستھرا فرش، عود و عنبر کی خوشبو، کیوڑے اور گلاب کا حاضرینِ محفل پر چھڑکاؤ، بہترین اور اعلیٰ قسم کے عطریات کا استعمال اور لباس و پوشاک میں ان کی مہک قائم رکھنے کا اہتمام آج بھی قائم و باقی ہے۔ غرض طہارت، صفائی اور پاکیزگی کو مسلمانوں نے کچھ اس طرح مختص کر لیا تھا کہ اس نے ایک امتیازی وصف کی صورت اختیار کر لی اور جس کا اتباع سارے عالم نے کیا۔

آج بھی جب کہ مسلمان اپنی بہت سی عادتوں اور خصوصیتوں کو فراموش کر چکے ہیں، جن چیزوں سے کچھ نہ کچھ لگاؤ ان کا قائم ہے، ان میں صفائی اور طہارت کی یہ عادت بھی ہے۔ البتہ ایک فرق ضرور نمایاں نظر آتا ہے، وہ فرق یہ ہے کہ اس عادت کا اہتمام و انصرام ذاتی حیثیت سے تو بڑی حد تک موجود ہے۔ لیکن اجتماعی اعتبار سے یہ عادت کچھ کمزور سی پڑ جاتی ہے۔ صاف ستھرے لوگ بعض محلوں میں رہتے ہیں۔ اور جن آدمیوں میں اپنے شب و روز بسر کرتے ہیں۔ وہ اتنے صاف ستھرے نہیں نظر آتے جتنے بہ خود۔ یہ صورت تکلیف دہ بھی ہے۔ اور ضرر رساں بھی۔ صفائی اور صحت کا سب سے اچھا، دیرپا اور خوش گوار اثر انسان کی صحت پر پڑتا ہے۔ صحت وصفائی ہم معنیٰ ہیں۔ ان کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا، لیکن اگر ماحول صاف ستھرا نہیں ہے، آبادی اور بستی کی فضا طہارت اور پاکیزگی سے خالی ہے۔ محلے، گلیاں، اور کوچے گرد سے اور گند سے اَٹے ہوئے ہیں۔ تو ذاتی صفائی اور طہارت سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ یہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں۔ اس سلسلے میں وہی مساعی کارگر ہو سکتی ہیں۔ جو ذاتی اور اجتماعی ربط و اتصال رکھتی ہوں۔ دونوں میں سے ایک ہے اور ایک نہیں تو کوئی نتیجہ اور فائدہ مرتب نہیں ہو سکتا۔ ایک آزاد، فعال اور زندہ قوم کی حیثیت سے ہمیں اپنی اس عادت کو پھر اختیار کرنا ہے اور اسی شان سے اختیار کرنا ہے جس نے ہمارے کردار اور سیرت میں پختگی پیدا کر دی تھی۔ اور یہ کوئی ایسا مشکل کام نہیں صرف عزم و ارادے کی ضرورت ہے۔ اگر عزم راسخ ہے اور ارادہ پختہ ہے تو کوئی کام بھی دشوار نہیں۔

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا